سوال:۔ جس کی ڈاڑھی کتری ہوئی ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھنی منع ہے یا جائز ہے؟

جواب:۔ جس کی ڈاڑھی مٹھی سے اندر کتری ہو وہ فاسق ہے۔ اس کو امام بنانا جائز نہیں کیونکہ حدیث میں ہے اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ یعنی امام بہتر لوگوں کو بنایا کرو۔ ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں قبلہ کی طرف تھوکنے پر امامت سے معزول کر دیا تھا۔ ہاں ایسے لوگ زبردستی امام بن جائیں اور اتفاقیہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقعہ ہو جائے تو ہو جاتی ہے۔

عبداللہ روپڑی ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۴ جون ۱۹۶۰ء

سوال۔ عورت نماز میں جوڑا باندھ سکتی ہے۔

جواب۔ منتقی میں ابی رافع سے حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ کوئی شخص جوڑا باندھ کر نماز پڑھے۔ ابوداؤد میں ہے کہ ابورافع نے حسن بن علی کو لٹیں باندھے دیکھا تو ابورافع نے لٹیں کھول دیں اور کہا کہ حضور کا ارشاد ہے کہ یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے یہ حکم اگرچہ مردوں کو ہے مگر اس میں عورتیں بھی شامل ہیں لہذا عورت کو جوڑا باندھ کر نماز پڑھنی منع ہے۔

عبداللہ امرتسری ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

سوال:۔ پتلون نیکر، انگریزی لباس ٹوپی بوٹ پہننے جائز ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ انگریزی لباس بالکل درست نہیں، جو خاص انگریز کا شعار ہو اس طرح دوسرے کفار کا لباس جیسے دھوتی وغیرہ بھی جائز نہیں۔ حدیث میں ہے مَن تشبہ بقوم فھو منھم جو کس قوم سے مشابہت کرے وہ ان سے ہے۔

عبداللہ روپڑی ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ ۲۴ جون ۱۹۶۰ء

مساجد کا بیان

محراب کا مسئلہ

سوال:۔ آج کل مسجدوں میں محرابیں ہیں، جن میں کھڑے ہو کر امام نماز پڑھاتے ہیں، وہ ناجائز ہیں یا جائز۔ اگر جائز ہیں تو مدلل تحریر فرمائیں؟

جواب:۔ بعض روایتوں میں محراب کا ثبوت ملتا ہے۔ سنن کبری بیہقی میں ہے۔

عن وائل بن حجر قال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَضَ اِلَى الْمَسْجِدِ

فَدَخَلَ الْمِحْرَابَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ بِالتَّكْبِيْرِ الحدیث یعنی وائل بن حجرؓ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ مسجد کی طرف اٹھ کر محراب میں داخل ہوئے اور نماز کی نیت باندھی۔

بعض اور روایتوں سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور جن روایتوں سے محراب کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ ان میں تصریح ہے کہ نصاریٰ کی سی محراب سو وہ بے شک منع ہے۔ جیسے گرجوں میں ہوتی ہے۔

عبداللہ امرتسری ۱۵ رجب ۱۳۵۳ھ

تعاقب:۔ مذکورہ بالا جواب پر مولوی عبدالقادر حصاری نے تعاقب کیا ہے۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

مولوی عبدالقادر نے تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"کہ آنجناب کو بوجہ عدم تامل غلطی لگی ہے۔ کہ مسجد نبوی میں محراب تھا۔ حالانکہ محراب نہیں تھا"۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی اپنی کتاب اعلام الاریب میں فرماتے ہیں۔

لَمْ يَكُنْ فِي زَمَانِهٖ مِحْرَابٌ وَلَا فِي زَمَانِ خُلَفَاءِ الْاَرْبَعَةِ فَمِنْ بَعْدِهِمْ اِلٰى اٰخِرِ الْمِائَةِ الْاَوَّلِ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور چاروں خلیفوں کے زمانوں میں محراب نہ تھا۔

علامہ سمہودی خلاصۃ الوفاء ص۱۳۲ میں فرماتے ہیں:۔

وَلَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ شُرُفَاتٌ وَلَا مِحْرَابٌ وَاَوَّلُ مَنْ اَحْدَثَ الْمِحْرَابَ وَالشُّرُفَاتِ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ یعنی مسجد مدینہ میں برج اور محراب نہ تھے سب سے پہلے ان کے بانی عمر بن عبدالعزیز ہیں۔

بعد از تتبع کتب متداولہ یہی امر ثابت ہوا کہ مسجد نبوی میں طاق یعنی محراب متعارف الان موجود نہ تھا۔ چنانچہ علامہ موصوف جو مہاجر اور مورخ مدینہ ہیں۔ اپنی کتاب وفاء الوفاء میں فرماتے ہیں۔

المسجد الشریف لم یکن له محراب فی عهد صلعم ولا فی زمن الخلفاء و بعده واول من احدثه عمر بن عبد العزیز فی امارة الولید انتهیٰ جلد اول ص۲۶۰ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں آنحضورؐ اور خلفاء کے زمانہ میں محراب نہ تھا یہ تو ولید بن عبدالملک کی خلافت میں عمر بن عبدالعزیز نے بنایا تھا۔

نفس احداث آں در عصر نبوی و عصر صحابہ نہ بودہ۔ یعنی زمانہ نبوی اور زمانہ صحابہ میں محرابیں نہ تھیں

مولینا عبدالجبار غزنوی مرحوم اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں۔

محراب حکم مسجد ندارد و قیام دراں مکروہ است۔ یعنی محراب کو مسجد کا حکم نہیں ہے اور اس میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ جامع البیان کے حاشیہ میں آیت وھو قائم یصلی فی المحراب پر ہے۔ وفی الفتح وقد رویت فی کراھیۃ ذالک آثار کثیرۃ من الصحابۃ یعنی فتح البیان میں لکھا ہے کہ محراب کے مکروہ ہونیکے بارہ میں صحابہ رضہ سے بہت اقوال مروی ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالے صراط مستقیم میں فرماتے ہیں۔

وقالوا (الحنفیۃ) ایضا یکرہ القیام فی الطاق لانہ یشبہ صنیع اھل الکتاب (الی) وھذا ایضا ظاھر مذھب احمد وغیرہ انتھی۔ یعنی حنفیہ کہتے ہیں کہ محراب میں قیام کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ اہل کتاب کے مشابہ ہے اور امام احمد وغیرہ ائمہ کا بھی یہی مذہب ہے۔"

عون المعبود وغیرہ میں ملا علی قاری سے جو مشاہیر حنفیہ سے ہیں۔ یہ نقل کیا ہے۔

ان المحاریب من المحدثات بعدہ صلعم ومن ثم کرہ جمع من السلف اتخاذھا والصلوۃ فیھا انتھی۔ یعنی محرابیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھیں بعد میں پیدا ہوئی ہیں۔ اسی وجہ سے سلف کی ایک جماعت نے اس کا بنانا اور اس میں نماز پڑھنا مکروہ قرار دیا ہے۔

حدیث وائل جو آنجناب نے محراب کے ثبوت میں بحوالہ سنن کبرٰی پیش کی ہے۔ یہ دو وجوہ سے قابل استدلال نہیں۔

اول تو اس کی اسناد مخدوش ہے۔ چنانچہ علامہ شمس الحق غنیۃ الالمعی میں فرماتے ہیں کہ سند میں دو راوی مجروح ہیں۔ ایک تو محمد بن حجر حضرمی ہیں۔ ان کے متعلق میزان میں ہے لہ مناکیر اور دوسرا راوی سعید بن الجبار بن وائل ہے جس کی بابت تقریب میں ہے ضعیف من السابعۃ یعنی یہ ضعیف ہے میزان میں ہے قال النسائی لیس بالقوی۔ یعنی امام نسائی نے کہا ہے کہ یہ راوی قوی نہیں ہے اس

تصریح سے ثابت ہوا کہ آپ کی پیش کردہ حدیث قابل احتجاج نہیں ہے۔

دوم یہ کہ اس حدیث میں لفظ محراب محتمل الوجوہ ہے۔ زمانہ نبوی میں جب محراب متعارف موجود نہ تھا تو اس لفظ سے محراب متعارف مُراد لینا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے ورنہ قرآن میں بھی یصلی فی المحراب سے محراب متعارف مراد لیا جا سکتا ہے حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔

فتح البیان میں ہے اس محراب سے مُراد غرفہ یعنی بالاخانہ ہے۔ جامع البیان میں بھی اسی طرح ہے تفسیر سراج المنیر میں ہے۔ المحراب الغرفة اسی طرح تفسیر مظہری میں ہے۔ آپ کی پیش کردہ حدیث میں محراب سے مُراد موقف امام ہے۔ لغت میں محراب کا اطلاق مجلس کی بہترین جگہ پر وارد ہے۔ چنانچہ فتح البیان میں ہے المحراب فی اللغة اکرم موضع فی المجلس عون المعبود میں ہے ویسمی موقف الامام من المسجد محرابا لانه اشرف مجالس المسجد یعنی امام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو محراب کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اور جگہوں سے اشرف جگہ ہے۔

جامع البیان کے حاشیہ نمبر ۵ میں ہے اخرج ابن المنذر عن السدی اَلْمِحْرَابُ مُصَلّٰی تفسیر ابن جریر میں ہے المحراب مصلی قاموس میں ہے المحراب مقام الامام من المسجد انتھی۔ ان عبارتوں کا مطلب ایک ہے کہ محراب نماز پڑھنے کی اس مخصوص جگہ کو کہتے ہیں جو امام کے لئے پیشگاہ ہے اس کے شرف کی وجہ سے اس کو پیش گاہ کہا جاتا ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ وہاں قوم کا سردار شیطان سے محاربہ کرتا ہے فاخصم وتدبر ولا تکن من الغابرین یا محراب سے مراد مسجد ہے کیونکہ محراب کا اطلاق مسجد پر بھی آیا ہے۔ تفسیر نیشاپوری جلد ۳ ص۱۸۱ میں ہے وقیل کانت مساجدھم تسمی المحاریب۔ یعنی زکریا علیہ السّلام کی قوم کی مساجد محرابوں کے نام سے موسوم تھیں تفسیر بیضاوی جلد ا ص۱۷۳ میں ہے المحراب ای المسجد تفسیر سراج المنیر جلد ا ص۲۰۷ میں ہے ویقال ایضا للمسجد محرابا یعنی مسجد کو بھی محراب کہا جاتا ہے۔

پس حدیث وائل میں مطلب یُوں ہوگا کہ مسجد کی طرف اُٹھے اور مسجد میں جا کر نماز پڑھی۔ بہرکیف متعارف الآن پر استدلال صحیح نہیں۔ اذجاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام "اعلام الاریب[1] بحدوث بدعة المحاریب" ہے۔

[1] حاشیہ ص۲۰ پر دیکھیں

اسی طرح فتاویٰ مولانا عبدالحی[1] صاحب جلد ۱ ص۲۳ و جلد ۱ ص۱۸۲ ضرور زیر نظر رکھیں۔

امام بیہقی رحمہ نے حدیث کراہت باب پر پیش کی ہے۔ امام سیوطی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اتقوا هذه المذابح۔ یعنی المحراب۔ یعنی ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضور صلعم نے فرمایا۔ ان محرابوں سے بچو یعنی ان کو اپنی مسجدوں میں نہ بناؤ (سنن کبریٰ) مصنف ابن ابی شیبۃ میں ہے۔

عن موسی الجهنی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلعَم لَا تَزَالُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ بِخَيْرٍ اَوْ قَالَ اُمَّتِيْ بِخَيْرٍ مَالَمْ يَتَّخِذُوْا فِيْ مَسَاجِدِهِمْ مَذَابِحَ النَّصَارٰى۔ یعنی حضورؐ نے فرمایا کہ یہ اُمت ہمیشہ خیر و برکت سے رہے گی جب تک اپنی مسجدوں میں محرابیں نہ بنائے گی۔ جیسے نصاریٰ اپنے گرجاؤں میں محرابیں بناتے ہیں۔

یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن اس کا اعتضاد دیگر طرق سے ثابت ہے لہٰذا مقبول ہے اصول کا یہ قاعدہ ہے کہ حدیثوں میں جب تعارض واقع ہو تو اقوال صحابہ رضہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ سو اقوال صحابہ رضہ بھی اس کی مخالفت پر وارد ہیں۔ چنانچہ مجمع الزوائد میں ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔

حاشیہ ص۲۳۔ اعلام الاریب دیکھا گیا اس میں وہی روایات ہیں جو آپ نے ذکر کی ہیں۔ ہاں مندرجہ ذیل روایتیں آپ نے ذکر نہیں کیں۔ اخرج ابن ابی شیبۃ عن ابن مسعود قال اتقوا هذه المحاریب روی الطبرانی فی الاوسط عن جابر بن اسامة الجهنی قال لقیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی اصحابه بالسوق فقلت این یا رسول الله فقال نرید ان نخط لقومك مسجدا فاتیت وقد خط وغرز فی قبلته خشبة فنا نصبها قبلة۔

[1] فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب بھی دیکھا اس میں زیادہ تر علامہ سیوطی کے رسالہ اعلام الاریب کی عبارات ذکر کی ہیں اور اتحاف النبلاء کے حوالہ سے حرمین شریفین میں صورت محاریب چہار گانہ کا انکار نقل کیا ہے۔ مگر یہ ایک مسجد میں متعدد محراب اور کثرت جماعت پر انکار ہے۔ جیسے مکہ میں ہوتا رہا ہے۔ سو اس قسم کا افتراق کسی کے نزدیک بھی درست نہیں۔ ۱۲۔

اِنَّهٗ كَرِهَ الصَّلٰوةَ فِي الْمِحْرَابِ وَقَالَ اِنَّمَا كَانَتْ لِلْكَنَائِسِ فَلَا تَشَبَّهُوْا بِاَهْلِ الْكِتَابِ
یعنی ابن مسعود محراب میں نماز پڑھنا مکروہ جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ محراب تو کنیسہ کے ہوتے ہیں تم نصاری کی مشابہت نہ کرو یعنی مسجدوں میں محراب بنا کر ان میں نماز نہ پڑھا کرو۔

علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں رجاله موثقون یعنی اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبۃ میں حضرت علیؓ سے مروی ہے انه كره الصلوة فى الطاق ۔ یعنی حضرت علیؓ محراب میں نماز پڑھنا مکروہ جانتے تھے۔ اس اثر میں لفظ طاق وارد ہے جس کے متعلق وکایۃ الروایۃ جلد اصٹ۱ میں وارد ہے وكره قيام الامام فى طاق المسجد اى فى المحراب یعنی مسجد کے طاق سے مراد محراب ہے۔ ابن ابی شیبہ میں کعب سے مروی ہے انه كره المذابح فى المسجد، یعنی مسجد میں محراب مکروہ ہے۔ اس اثر میں لفظ مذبح وارد ہے جس کی جمع مذابح آتی ہے۔ اس کے متعلق حاشیہ جامع البیان میں ہے اخرج الطبرانى والبيهقى فى سننه عن ابن عمر المحاريب المذابح ۔ یعنی مذابح کی تفسیر محاریب سے کی ہے۔

سالم بن ابو جعدؒ فرماتے ہیں۔

لَا تَتَّخِذُوا الْمَذَابِحَ فِي الْمَسَاجِدِ یعنی مسجدوں میں محرابیں نہ بناؤ (ابن ابی شیبۃ)

عبدالرزاق نے ابراہیم نخعیؒ سے نکالا ہے انه كان يكره ان يصلى فى طاق الامام۔ یعنی محراب میں نماز مکروہ ہے۔ منقول از اخبار محمدی دہلی مطبوعہ مارچ سنہ ۱۹۴۱ء۔

نیز محراب بنانا اجماع صحابہ کی رو سے منع اور قیامت کی نشانی ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوذر سے نقل کیا ہے۔ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ يَتَّخِذُ الْمَذَابِحَ فِي الْمَسَاجِدِ یعنی قیامت کی نشانیوں سے ہے کہ محرابیں مسجدوں میں بنائی جائیں۔ اخرج عبد الرزاق فى المصنف عن كعب رضى الله عنه قال يكون فى اخر الزمان قوم يزينون مساجدهم ويتخذون بها مذابح كمذابح النصارى فاذا فعلوا ذالك صبت عليهم البلاء یعنی حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آخر زمانہ میں ایک ایسی قوم ہوگی جو مسجدوں کو مزین کرے گی تو ان پر مصیبت ڈال دی جائے گی۔

ابن ابی شیبہ میں ابو جعد سے مروی ہے كان اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم يقولون ان من اشراط الساعة ان يتخذ والمذابح فى المساجد یعنی الطاقات یعنی سب اصحاب محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرابوں کا مسجدوں میں بنانا قیامت کی نشانیوں میں شمار کرتے تھے اور مذابح سے مراد طاق ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث اور اقوال صحابہ اور تابعین کے فرمان اور علماء محققین کے بیان سے یہ مسئلہ سورج کی طرح روشن ہے کہ محراب مسجد میں بنانا بدعت ہے اور قیامت کی نشانی ہے جو موجب مصائب ہے اور یہ نصاریٰ کا فعل ہے کہ وہ اپنے گرجاؤں میں محراب بناتے تھے۔ یہ مشابہت عبادت خانہ میں محراب بنانے کی ہے نفس محراب کی نہیں ہے۔

آنجناب یا آنجناب کے ہمخیال علماء کا یہ فرمانا کہ نصاریٰ جیسے محراب بنانے کی ممانعت ہے۔ مطلق محراب کی ممانعت نہیں ہے غلط ہے۔

اول۔ اس وجہ سے کہ یہ محراب مروجہ ہے۔ جو مسجد کے اندر سامنے کی دیوار میں طاق ہے۔ سو یہ آنحضرت اور زمانہ خلفاء میں نہ تھا۔ کما ثبت چنانچہ حاشیہ جلالین میں سورہ سبا کے کلمہ محاریب پر لکھا ہے۔ المحراب المعروف الان لم یکن فی الصدر الاول کما نقلہ السیوطی (کمالین) یہ محراب معروف محراب موجود ہے۔ یہ صدر اول میں نہ تھا جیسے امام سیوطی نے نقل کیا ہے۔

دوم۔ اس وجہ سے کہ محراب متعارف بھی بصورت طاق ہے اور محراب نصاریٰ بھی طاق کی صورت میں ان کے گرجاؤں میں تھا۔

سوم۔ اس وجہ سے کہ علماء دین اس محراب میں نماز پڑھنا مکروہ فرماتے چلے آئے ہیں۔

چہارم یہ کہ یہی محراب بعد زمانہ نبوی کے حسب پیشگوئی ظہور پذیر ہوا ہے۔ دیگر کوئی نہیں۔

پنجم یہ کہ کوئی دلیل قوی نفس محراب کے ثبوت پر ناطق نہیں ہے جس کی بنا پر محراب کی دو قسمیں بنائی جائیں، اور آپ کی پیش کردہ دلیل کمزور ہونے کے علاوہ محتمل الوجوہ ہے۔ اور نہ ہی علماء سلف نے یہ تفریق کی ہے۔

ششم یہ کہ صحابہ کرام اور تابعین اور علماء محققین قرناً بعد قرن مطلق محراب بنانے کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ (ابوالشکور محمد عبدالقادر حصاری)

جواب تعاقب۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء کے زمانہ میں محراب سے

انکار کیا ہے۔ حالانکہ اس کے ثبوت میں متعدد روایات آئی ہیں۔ سنن کبریٰ بیہقی میں ہے۔

اخبرنا ابو سعد احمد بن محمد الصوفی انبانا ابو احمد بن عدی الحافظ ثنا ابن معاهد ثنا ابراهیم بن سعید ثنا محمد بن حجر الحضرمی حدثنا سعید بن عبد الجبار بن وائل عن ابیه عن امه عن وائل بن حجر قال حضرت رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَضَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ الْمِحْرَابَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ بِالتَّكْبِيرِ ثُمَّ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى يُسْرَاهُ عَلَى صَدْرِهِ (جلد ۲ ص۳۰)

وائل بن حجر رضہ کہتے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مسجد کی طرف اُٹھے۔ پس محراب میں داخل ہوئے پھر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے پھر دایاں ہاتھ بائیں پر سینہ پر رکھا۔"

آپ نے اس حدیث کے دو راویوں میں کلام کی ہے۔ محمد بن حجر اور سعید بن عبد الجبار۔ اول الذکر کے متعلق آپ نے میزان سے نقل کیا ہے له مناکیر یعنی کئی احادیث اس کی منکر ہیں لیکن میزان میں اس کے بعد یہ بھی لکھا ہے وقال البخاری فیه بعض النظر یعنی بخاری نے کہا ہے۔ اس میں کچھ نظر ہے۔ اور ثانی الذکر کے متعلق تہذیب التہذیب میں لکھا ہے ذکرہ ابن حبان فی الثقات یعنی ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے جوہر النقی میں ام عبد الجبار کے متعلق لکھا ہے هی ام یحیی لم اعرف حالها یعنی اس کی کنیت ام یحیی ہے۔ مجھے اس کا حال معلوم نہیں۔ جوہر النقی والے نے گویا اس کو مستور الحال قرار دیا ہے۔ اُصول حدیث میں لکھا ہے جس سے دو راوی روایت کریں وہ مستور الحال ہے اور مستور الحال کی روایت امام ابو حنیفہ رح وغیرہ کے نزدیک حجت ہے۔ اور جمہور علماء کے نزدیک حجت نہیں ملاحظہ ہو عراقی وغیرہ مع حواشی اور تعجیل المنفعه فی رجال الاربعه ص۵۶۳ میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ ام یحیی عن انس وعنها عبد اللّٰه بن عمر العمری یعنی ام یحیی انس رض سے روایت کرتی ہیں اور عبد اللہ بن عمر عمری ام یحیی سے روایت کرتا ہے۔ اس کے حق میں حافظ ابن حجر رح نے لا تعرف نہیں کہا۔ یعنی غیر معروف شمار نہیں کیا ——— اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں معمولی کلام ہے جو معمولی تائید سے رفع ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہم اس کی مزید بعض باتیں ذکر کرتے ہیں جن سے ثابت ہو جائے گا کہ محراب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء کے زمانہ سے چلا آیا ہے پہلی حدیث۔ عن انس بن مالك قال لما سرق العود الذی کان فی المحراب فلم

یجدہ ابوبکر حتی وجدہ عمر رضؓ عند رجل من الانصار بقباء وقد دفن فارض (کذا فی الاصل) اکلتہ الارضۃ فاخذ لہ عودا فشقہ فادخلہ فیہ ثم شعبہ فردہ فی الجدار وھو العود الذی وضعہ عمر بن عبد العزیز فی القبلۃ وھو الذی فی المحراب الیوم باق فیہ وعند ابی داؤد عن محمد بن اسلم صاحب المقصورۃ قال صلیت الی جنب انس بن مالک یوما فقال ھل تدری لم صنع ھذا العود ــــــــ فقلت لا واللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضع یدہ علیہ فیقول استووا واعدلوا صفوفکم (وفاء الوفاء جلد اول ص۳۴۲ بحوالہ کتاب عینی)

یعنی انس بن مالک سے روایت ہے جب وہ لکڑی سرقہ ہوگئی جو محراب میں تھی۔ تو حضرت ابوبکر کو نہیں ملی۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کو قبا میں ایک انصاری کے پاس ملی۔ اس نے زمین میں دفن کر رکھی تھی اس کو دیمک نے کھالیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو دوسری لکڑی سے پیوند کر کے ٹھیک کر دیا پھر اس کو وہیں دیوار میں گاڑ دیا اور یہ وہی لکڑی ہے جس کو عمر بن عبد العزیز نے قبلہ میں رکھا اور آج تک محراب میں موجود ہے۔ اور ابوداؤد میں محمد بن اسلم صاحب حجرہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن انس بن مالک کے پہلو میں نماز پڑھی فرمایا تو جانتا ہے کہ یہ لکڑی کیوں بنائی گئی ہیں نے کہا نہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ سیدھے ہو جاؤ صفیں ٹھیک کرو۔

دوسری حدیث۔ عن مسلم بن خباب قال لما قدم عمر القبلۃ فقد العود الذی کان مغروسا فی الجدار فطلبوہ فذکر لھم انہ فی مسجد بنی عمرو بن عوف فجعلوہ فی مسجدھم فاخذہ عمر فردہ الی المحراب وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ اَمْسَکَہٗ بِکَفِّہٖ یَعْتَمِدُ عَلَیْہِ ثُمَّ فِیْ شِقِّہِ الْاَیْمَنِ فَیَقُوْلُ اعْدِلُوْا صُفُوْفَکُمْ ثُمَّ یَلْتَفِتُ اِلَی الْاَیْسَرِ فَیَقُوْلُ مِثْلَ ذَالِکَ ثُمَّ یُکَبِّرُ لِلصَّلٰوۃِ وَذَالِکَ الْعُوْدُ مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَۃِ۔ (وفاء الوفاء جلد اول ص۳۴۳ بحوالہ ابن زبالہ ویحیٰی)

مسلم بن خباب سے روایت ہے کہ جب عمرؓ نے قبلہ آگے کر دیا۔ یعنی قبلہ کی دیوار قبلہ کی جانب

بشارت دی تو وہ لکڑی گم پائی جو دیوار میں گاڑی ہوئی تھی۔ اس کو تلاش کیا پتہ لگا کہ وہ بنی عمرو بن عوف کی مسجد میں ہے حضرت عمرؓ نے اس کو لے کر اس کی جگہ محراب میں لوٹا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اس کو ہاتھ سے تھام لیتے۔ اس پر سہارا لگا کے داہنی جانب والوں کو کہتے اپنی صفیں ٹھیک کرو۔ پھر بائیں جانب توجہ کرتے اور اسی طرح کہتے، پھر نماز کے لئے تکبیر کہتے اور یہ لکڑی موضع غابہ کے جھاؤ کی تھی ——— ان روایتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے محراب ثابت ہو گئی۔ رہا آپ کا یہ کہنا کہ مسجد کو بھی محراب کہتے ہیں تو یہ درست ہے مگر یہاں یہ معنی صحیح نہیں کیونکہ ان روایتوں میں مسجد کے اندر محراب کا ذکر ہے، اور بیہقی رح کی روایت میں دخل المحراب (محراب میں داخل ہوئے) اور وفاء الوفاء کی روایت میں لکڑی کا محراب کے اندر ہونا یہ بھی اس بارہ میں صاف ہے اور قاموس کی عبارت کہ اس سے مراد محراب متعارف ہے جو آپ نے نقل کی ہے۔ یعنی المحراب مقام الامام من المسجد یعنی محراب مسجد سے امام کی جگہ ہے اس پر تاج العروس شرح قاموس جلد اول ص۲۰۳ میں لکھا ہے۔

قال الازھری المحراب عند العامة الذی یفهمه الناس مقام الامام من المسجد قال الانباری سمی محراب المسجد لانفراد الامام فیه وبعده من القوم ومنه یقال فلان حرب لفلان اذا کان بینهما بعد وتباغض وفی المصباح ویقال ماخوذ من المحاربة لان المصلی یحارب الشیطان ویحارب نفسه باحضار قلبه وفی لسان العرب المحاریب صدور المجالس ومنه محراب المسجد ومنه محاریب غمدان بالیمن والمحراب القبلة ومحراب المسجد ایضا صدره واشرف موضع فیه وفی حدیث انس انه کان یکره المحاریب ای لم یکن یحب ان یجلس فی صدر المجلس ویترفع فیه الناس

یعنی عام طور پر محراب کا معنی جو لوگ سمجھتے ہیں وہ مسجد سے امام کی جگہ ہے۔ انباری کہتے ہیں کہ امام اس میں لوگوں سے الگ کھڑا ہوتا ہے۔ اور مصباح میں ہے کہ کہا جاتا ہے کہ یہ محاربہ سے ہے نماز پڑھنے والا اس میں شیطان اور نفس سے لڑتا ہے۔ اور لسان العرب میں ہے۔ محراب مجلس کی اشرف جگہ کو بھی کہتے ہیں اور اس سے محراب مسجد ہے۔ وہ بھی مسجد سے اشرف جگہ ہے حدیث انس میں ہے کہ وہ محاریب کو مکروہ جانتے تھے یعنی ان میں بیٹھنا اور لوگوں سے بڑا ہونا پسند

نہیں کرتے تھے۔

مجمع البحار جلد اوّل صفحہ ۲۶۹ میں ہے۔

ودخل محراب الہم هو الموضع العالی المشرف وصدر المجلس ایضا ومنه محراب المسجد وهو صدره واشرف موضع فیه ومنه حدیث انس کان یکره المحاریب ای لم یکن یحب ان یجلس فی صدر المجلس ویترفع علی النّاس وهو جمع المحراب ۔ یعنی محراب بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ جو اور جگہ سے بلند ہو۔ اور مجلس میں اشرف جگہ کو بھی کہتے ہیں۔ اور اس سے محراب مسجد ہے۔ وہ ساری مسجد سے اشرف ہے۔ اور اس سے حدیث انسؓ ہے کہ محراب کو مکروہ جانتے تھے۔ یعنی صدر مجلس میں اور لوگوں سے جدا ہو کر بیٹھنا پسند نہیں کرتے تھے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مسجد میں محراب سے عام طور پر امام کی خاص جگہ مراد ہوتی ہے جو عموماً لوگ سمجھتے ہیں پس یہاں اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال کا استعمال بے محل ہے۔

اب ان روایات کا حال سنیئے جو ممانعت میں وارد ہوئی ہیں۔ ان روایتوں میں نصاریٰ کی سی محرابوں سے ممانعت ہے۔ چنانچہ بعض روایتوں میں مذابح نصاریٰ کی تصریح ہے اور مذابح النصاریٰ محراب متعارف کا غیر ہے مجمع البحار میں ہے۔ اتی بمن ارتد عن الاسلام فقال کعب ادخلوه المذبح وضعوا التوراة وحلفوه بالله هو واحد المذابح وهی المقاصیر وقیل المحاریب (مجمع البحار جلد اول صفحہ ۳۳۴) یعنی ایک شخص اسلام سے مرتد ہو گیا۔ کعب نے کہا اس کو مذبح میں داخل کرو اور اس کے سر پر توراۃ رکھو اور خدا کی قسم کھلاؤ۔ اس روایت میں مذبح کی مذابح جمع ہے اور مذابح حجروں کو کہتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ یہاں محراب مراد ہیں۔

قاموس مع تاج العروس میں ہے۔

والمذابح المقاصیر فی الکنائس جمع المقصورة ویقال هی المحاریب (جلد ۲ صفحہ ۳)

یعنی مذابح گرجوں میں حجروں کو کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ محراب ہیں۔

منجد میں ہے۔

مذابح الکنائس هی المواضع التی یقیم علیها الکهنة القداس الالهی وعند بح الذبیحة غیر الدمویة۔ صفحہ ۲۳۱۔ مذابح گرجوں میں وہ مذابح ہیں جہاں ان کے پادری ٹھہرتے

ہیں، اور غیر خونی ذبیحہ ذبح کرتے ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو کی شکل میں گرجوں کے سے محراب منع ہیں۔ اور یہی قیامت کی نشانی ہیں مطلق محراب منع نہیں۔

عون المعبود جلد اول باب کراھیۃ البزاق فی المسجد ص۱۸۱ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ مسجد میں تھوک دیکھی، اس کو کھرچ دیا، اس کے بعد لکھتے ہیں۔

قال علی القاری ای جدار المسجد الذی یلی القبلة ولیس مرادبها المحراب الذی یسمیه الناس قبلة لان المحاریب من المحدثات بعده صلی الله علیه وسلم ومن ثم کره جمع من السلف اتخاذها والصلوٰة فیها قال القضاعی واول من احدث ذالك عمر بن عبد العزیز وهو یومئذ عامل للولید بن عبد الملك علی المدینة لما اسس مسجد النبی صلی الله علیه وسلم وهدمه وزادفیه ویسمی موقف الامام من المسجد محرابا لانه اشرف مجالس المسجد ومنه قیل للقصر محراب لانه اشرف المنازل وقیل المحراب مجلس الملك سمی به لانفراده فیه وکذالك محراب المسجد لانفراد للامام فیه وقیل سمی بذالك لان المصلی یحارب فیه الشیطان قلت ما قاله القاری من ان المحاریب من المحدثات بعده صلّی الله علیه وسلم فیه نظر لان وجود المحراب زمن النبیّ صلّی الله علیه وسلم یثبت من بعض الروایات اخرج البیهقی فی السنن الکبرٰی من طریق سعید بن عبد الجبار بن وائل عن ابیه عن امه عن وائل بن حجر قال حضرت رسول الله صلی الله علیه وسلّم نهض الی المسجد فدخل المحراب ثم رفع یدیه بالتکبیر ثم وضع یمینه علی یسراه علی صدره وام عبد الجبار هی مشهورة بام یحیٰی کما فی روایة الطبرانی فی معجم الصغیر وقال الشیخ ابن الهمام من سادة الحنفیة ولا یخفی ان امتیاز الامام مقرر مطلوب فی الشرع فی حق المکان حتی کان التقدم واجبا علیه وبنی فی المساجد

المحاریب من لدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہیٰ وایضا لا یکرہ الصلوۃ فی المحاریب ومن ذھب الی الکراھیۃ فعلیہ البینۃ ولا یسمع کلام احد من غیر دلیل وبرھان ۔

ملا علی قاری کہتے ہیں قبلہ مسجد جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوک دیکھی اس سے مراد قبلہ کی جانب سامنی دیوار ہے۔ اس سے وہ محراب مراد نہیں جس کو لوگ قبلہ کہتے ہیں کیونکہ محرابیں بدعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بنی ہیں۔ اس لئے ایک جماعت سلف نے محرابوں کا بنانا اور ان میں نماز پڑھنا مکروہ سمجھا ہے۔ قضاعی کہتے ہیں۔ عمر بن عبد العزیز نے محراب بنائی ہے۔ ان دنوں میں وہ ولید بن عبد الملک کی طرف سے مدینہ منورہ پر امیر تھے مسجد نبوی گرا کر نئے سرے سے بنائی اور اس کی عمارت بڑھا دی اور مسجد میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو اس لئے محراب کہتے ہیں کہ وہ اشرف مواضع مسجد سے ہے اور اسی بنا پر محل کو بھی محراب کہتے ہیں کیونکہ وہ افضل مکانات سے ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ مجلس بادشاہ کو بھی محراب کہتے ہیں کیونکہ وہ اس کی خاص جگہ ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ محراب مسجد کو اس لئے محراب کہتے ہیں کہ وہ امام کی خاص جگہ ہے اور کہا گیا ہے کہ محراب کو اس لئے محراب کہتے ہیں کہ نمازی اس میں شیطان سے لڑتا ہے ہیں (صاحب العون المعبود) کہتا ہوں کہ ملا علی قاری کا محراب کو بدعت کہنا ٹھیک نہیں کیونکہ محراب کا ثبوت بعض روایتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ملتا ہے بیہقی نے وائل بن حجر سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مسجد کی طرف کھڑے ہوئے پس محراب میں داخل ہو کر تکبیر کہہ کر ہاتھ اٹھائے اور دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر سینہ پر رکھا۔ اور شیخ ابن ہمام جو سادات حنفیہ سے ہیں۔ فرماتے ہیں یہ بات واضح ہے کہ جگہ میں امام کا امتیاز ایک متعلق امر اور شرع میں مطلوب ہے۔ یہاں تک کہ امام کا تقدم واجب ہے۔ اور مساجد میں محرابوں کا بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آیا ہے نیز محراب میں نماز مکروہ نہیں جو مکروہ کہتا ہے اس کو کوئی دلیل پیش کرنی چاہئیے۔ دلیل کے بغیر کوئی دعویٰ مسموع نہیں ہو سکتا۔

عبد اللہ امرتسری از روپڑ ضلع انبالہ

چرمِ قربانی یا مالِ زکوٰۃ سے مسجد کی تعمیر

سوال ۔ چرمِ قربانی کی قیمت اگر مساجد کی تعمیر و فرش وغیرہ میں لگائی جائے تو یہ درست ہوگا یا نہیں نیز اموالِ زکوٰۃ کو مساجد کے اخراجات میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب ۔ قربانی کے چمڑے مساجد کی تعمیر و فرش وغیرہ میں نہیں لگ سکتے کیونکہ قربانی کے چمڑے قربانی کے گوشت کا حکم رکھتے ہیں اور ایک حدیث میں ہے من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ ۔ (ترغیب ترھیب ص۱۰۳) جس نے قربانی کا چمڑہ فروخت کیا اس کی قربانی نہیں پس جیسے گوشت فروخت کرکے اس کی قیمت مسجد وغیرہ پر نہیں لگ سکتی اسی طرح قربانی کے چمڑے بھی ۔ گوشت اور چمڑہ قربانی کا صدقہ کرنا ثابت ہے ، چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو گوشت اور چمڑے جھولیں وغیرہ صدقہ کرنے کا امر فرمایا ۔ اب جس پر صدقہ کیا ہے وہ جو مرضی ہو کرے ۔ خواہ خود کھائے یا بیچے یا کسی اور استعمال میں لائے ۔ اگر یہ فروخت کرکے قیمت مسجد کے لئے دینا چاہے تو اس کا کوئی حرج نہیں ، کیونکہ جس پر صدقہ ہو وہ اس میں ہر طرح کا تصرف کرسکتا ہے اور اس کا حکم پہلا نہیں رہتا بلکہ بدل جاتا ہے اور اس طرح اگر چمڑہ قربانی فروخت کئے بغیر مسجد میں استعمال کرلیا جائے جیسے مسجد کے کنوئیں کا ڈول بنالے یا نماز کے لئے مصلیٰ بنالے تو اس کا کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا کیونکہ یہ ایسا ہی ہے جیسے خود گوشت کھاتا ہے یا کھلاتا ہے ۔

اموالِ زکوٰۃ کو مساجد میں صرف کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ یہ زکوٰۃ کے کسی مصرف میں داخل نہیں صرف فی سبیل اللہ میں داخل ہونے کا شبہ ہوتا ہے مگر اس کی صحیح تفسیر جہاد اور حج ہے ۔ جہاد کے داخل ہونے پر تو سب متفق ہیں ۔ حج بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے ۔ اس کی بابت ابوداؤد میں صریح حدیث موجود ہے ۔ اور نیل الاوطار کتاب الزکوٰۃ باب الصرف فی سبیل اللہ میں بعض اور روایتیں بھی ذکر کی ہیں جن میں تصریح ہے کہ حج فی سبیل اللہ میں داخل ہے اور بعض روایتوں میں عمرہ کی بھی تصریح ہے بعض کہتے ہیں فی سبیل اللہ کا لفظ عام ہے کوئی کارِ خیر ہو اس میں خرچ کرسکتے ہیں ۔

تفسیر فتح البیان جلد ۴ ص۲۳۲ میں ہے وَقِيْلَ اِنَّ اللَّفْظَ عَامٌّ فَلَا يَجُوْزُ قَصْرُهٗ عَلٰى نَوْعٍ خَاصٍ وَيَدْخُلُ فِيْهِ جَمِيْعُ وُجُوْهِ الْخَيْرِ مِنْ تَكْفِيْنِ الْمَوْتٰى وَبِنَاءِ الْجُسُوْرِ وَالْحُصُوْنِ وَعِمَارَةِ الْمَسَاجِدِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَالْاَوَّلُ اَوْلٰى لِاِجْمَاعِ الْجَمْهُوْرِ عَلَيْهِ ۔ یعنی کہا

گیا ہے کہ فی سبیل اللہ کا لفظ عام ہے اس کو ایک قسم پر بند کرنا جائز نہیں۔ اور اس میں تمام کارِ خیر داخل ہیں۔ جیسے مردوں کو کفن دینا۔ پل بنانا۔ قلعے اور مسجدیں تعمیر کرنا وغیرہ۔ اور پہلی صورت (جہاد مع حج مراد ہونا) بہتر ہے کیونکہ اس پر جمہور کا اجماع ہے۔

تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۲۵۳ میں ہے۔

وقال بعضهم ان اللفظ عام فلا يجوز قصره على الغزاة فقط ولهذا اجاز بعض الفقهاء صرف سهم سبيل الله الى جميع وجوه الخير من تكفين الموتىٰ و بناء الجسور والحصون وعمارة المساجد وغير ذالك قال لان قوله وفي سبيل الله عام في الكل فلا يختص بصنف دون غيره والقول الاول هو الصحيح لاجماع الجمهور عليه۔ یعنی بعض نے کہا ہے کہ فی سبیل اللہ لفظ عام ہے پس اس کو صرف غازیوں پر بند کرنا جائز نہیں اس لئے بعض فقہا نے سبیل اللہ کا حصہ ہر کارِ خیر میں صرف کرنا جائز قرار دیا ہے۔ مثلاً مُردوں کو کفن دینا۔ پل بنانا۔ قلعے اور مسجدیں تعمیر کرنا وغیرہ انہوں نے (بعض فقہا نے) کہا ہے کہ فی سبیل اللہ کا لفظ عام ہے ایک قسم کے ساتھ بند نہیں ہوگا اور پہلا قول صحیح ہے کیونکہ اس پر جمہور کا اجماع ہے۔ اسی قسم کی عبارت تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۵۲۷ میں ہے۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ لفظ فی سبیل اللہ عام ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض فقہا اس طرف گئے ہیں اگر اس پر کوئی عمل کرے تو اس پر اعتراض تو نہیں ہو سکتا مگر چونکہ زکوٰۃ فرضی صدقہ ہے اس کو ایسی طرز پر ادا کرنا چاہئے جس میں تردد نہ رہے۔ پس بہتر ہے کہ فی سبیل اللہ سے مُراد جہاد لیا جائے یا حج عمرہ کیونکہ جہاد تو بالاتفاق مُراد ہے اور حج عمرہ حدیث نے داخل کر دیا ہے۔ باقی کے داخل ہونے میں شبہ ہے۔ لفظ اگرچہ عام ہے مگر جیسا عام ہے ویسا رکھا جائے تو پھر فقراء و مساکین وغیرہ کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی۔ حالانکہ اس آیت میں فقراء و مساکین وغیرہ کا الگ ذکر کیا ہے اس لئے ظاہر یہی ہے کہ اس سے مراد خاص ہے اور خاص بغیر دلیل کے مراد نہیں ہو سکتا اور دلیل یا تو آیت ہے یا اتفاق مفسرین ہے جیسا جہاد کے مراد ہونے پر اتفاق ہے۔ یا حدیث اور تفسیر صحابہؓ ہے جیسا حج و عمرہ مُراد ہونے پر ہے باقی کی بابت کوئی دلیل نہیں۔ جہاد جیسا تلوار سے ہوتا ہے ویسا ہی زبان سے بھی ہوتا ہے جیسا کہ حدیث مشکوٰۃ میں ہے فمن جاهدهم بيده فهو مومن ومن جاهدهم

ولسانہ الحدیث۔ یعنی جو ہاتھ سے ان کے ساتھ جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو زبان سے ان کے ساتھ جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو دل سے ان کے ساتھ جہاد کرے وہ مومن ہے اور اس کے ورے رائی برابر ایمان نہیں پس اس میں مناظرے اور اشاعت اسلام پر خرچ کرنا داخل ہو گیا۔ لیکن اس میں تھوڑی سی تفصیل ہے وہ یہ کہ ایسی شے پر صرف نہ کرے جو وقف ہو جیسے مدرسہ کی عمارت خرید کتب وغیرہ چونکہ اس سے پھر وہی صورت پیدا ہو جائے گی جس میں اختلاف ہے جیسے مسجدوں اور قلعوں کا تعمیر کرنا حالانکہ قلعے دشمن سے جنگ کرنے کے لئے اور اس سے حفاظت کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ اور مسجدیں نماز اور تعلیم اور تعلّم کے لئے ہوتی ہیں۔ خاص کر قرآن و حدیث کا پڑھنا اور پڑھانا عین اشاعت اسلام ہے مگر پھر بھی جمہور اور مفسرین اس کے خلاف ہیں اس لئے زکوٰۃ کا مال مدارس کی عمارت اور خرید کتب وغیرہ پر صرف ہونے میں شبہ ہے۔ اس میں احتیاط چاہیئے ہاں زکوٰۃ کی مد سے طلبا کی امداد کی جائے وہ اس سے کتب خریدیں یا کسی اور ضرورت میں خرچ کریں تو بہت اچھا ہے۔ اس طرح مدرسین کی تنخواہیں اور دیگر اخراجات زکوٰۃ سے ہو سکتے ہیں لیکن اگر غنی ہو تو اس کو بچنا بہتر ہے کیونکہ امام ابو حنیفہؒ وغیرہ اس طرف گئے ہیں کہ جنگ میں وہی شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے جس کے پاس خرچ نہ ہو پس جب جنگ میں غنی کی بابت اختلاف ہوا تو تعلیم و تعلّم کا معاملہ تو اس سے بہت نازک ہے کیونکہ فی سبیل اللہ سے اصل مراد تو جنگ ہے اور حدیث کی تصریح نے حج عمرہ کو بھی اس میں داخل کر دیا ہے تعلیم و تعلم مناظرہ وغیرہ کی بابت تصریح نہیں آئی صرف ایک قسم جہاد ہونے کی وجہ سے داخل کیا گیا ہے اس لئے اس میں احتیاط برتنی چاہیے اور غنی کو پرہیز رکھنا چاہیئے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۵ء

مسجد کا مال ضرورت کے لئے دوسری جگہ استعمال کرنا

سوال۔ مسجد کی عمارت گر جائے تو کیا اس مسجد کا سامان اور زمین کسی دوسری جگہ ضرورت کے لئے استعمال ہو سکتی ہے۔ فضل عظیم قریشی

جواب۔ مسجد وقف کی قسم سے ہے اور وقف عقد لازم ہے یہ فسخ نہیں ہو سکتی۔ حدیث میں ہے لایباع اصلہا ولا یوھب ولا یورث یعنی وقف نہ فروخت ہو سکتی ہے نہ ہبہ کی جا سکتی ہے۔ اور نہ وراثت میں لی جا سکتی ہے۔ اس بنا پر مسجد کی عمارت خواہ بالکل خراب ہو جائے وہ چٹیل میدان وقف ہی رہے گا۔ لیکن اب

دیکھنا چاہیئے کہ اس سے فائدہ اُٹھانے کی صُورت کیا ہے۔ اگر مسجد کی صورت میں اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے تو یہ اول نمبر ہے۔ اگر وہاں مسجد بننے کی کوئی صورت نہیں۔ مثلاً وہ کسی وجہ سے مسجد کے قابل نہیں رہی یا اس کو بنانے کے لئے پیسوں کا انتظام ہونا مشکل ہے اور نماز کے لئے دوسری مسجد موجود ہے یا کوئی اور وجہ ہے تو اس مسجد کو کسی اور وقف میں تبدیل کر دیا جائے جس سے دوسری مسجد کو فائدہ پہنچے مثلاً یہ جگہ کرایہ پر یا ٹھیکہ پر دیدی جائے یا اس میں کھیتی کی جائے یا کوئی شخص اپنے پیسوں سے یہاں دُکان یا مکان بنائے اور اس کے کرایہ سے اپنا قرض پورا کر کے اس کو چھوڑ دے یا کرایہ ادا کرتا رہے۔

اگر وقف رہنے کی صُورت میں دوسری مسجد کو فائدہ نہیں تو پھر فروخت کر کے اس کی قیمت دوسری مسجد پر خرچ کر دی جائے۔ اگر دوسری مسجد پر ضرورت نہ ہو تو درس و تدریس یا کسی اور نیک مصرف میں لگا دی جائے بہر صورت جو شے خدا کی ہو چکی حتی الوسع کسی نہ کسی طرح اس کو اسی راہ میں صرف کرنا چاہیئے۔ ضائع نہ ہونے دے۔ اگر کوئی اور صُورت نہ ہو تو قبرستان ہی سہی کیونکہ یہ بھی مسلمانوں کے عام فائدہ کی شئی ہے۔ ہاں اگر معاملہ طاقت سے باہر ہو جائے تو جدھر جاتی ہے جانے دے۔

منتقی باب ما یصنع بفاضل مال الکعبۃ میں ہے عن عائشۃ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لولا ان قومک حدیثو عہد بجاھلیۃ او قال بکفر لانفقت کنز الکعبۃ فی سبیل اللہ ولجعلت بابھا بالارض ولا دخلت فیھا من الحجر (رواہ مسلم) یعنی عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے اگر تیری قوم جاہلیت کے ساتھ نئے زمانے والی نہ ہوتی تو میں بیت اللہ کا خزانہ نکال کر فی سبیل اللہ تقسیم کر دیتا اور بیت اللہ کا دروازہ زمین کے ساتھ ملا دیتا اور حجر کا کچھ حصّہ بیت اللہ میں داخل کر دیتا۔

بیت اللہ کے خزانہ سے مُراد وہ مال ہے جو لوگ بیت اللہ کی خاطر نذر دیا کرتے تھے جیسے مساجد میں لوگ دیتے ہیں۔ یہ خزانہ بیت اللہ میں اسی طرح دفن ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ یہ بیت اللہ کی حاجت سے زائد بے کار ہے تو خیال ہوا کہ اس کو فی سبیل اللہ تقسیم کر دیا جائے لیکن کفار چونکہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے خطرہ تھا کہ کہیں وہ بدظن نہ ہو جائیں اس لئے چھوڑ دیا۔ اس سے معلُوم ہوا کہ جب وقف کی حالت ایسی ہو جائے کہ ضائع جاتی نظر آئے تو اس کی کوئی ایسی صورت بنانی چاہیئے جس سے وہ ضائع نہ ہو۔

کشف القناع عن متن الاقناع جلد ۲ صفحہ ۲۹۴ میں ہے۔ واحتج الامام بان ابن مسعود

رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد حول المسجد الجامع من التمارین ای بالکوفۃ۔ یعنی امام احمدؒ نے تبدیل وقف پر اس بات سے استدلال کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے جامع مسجد کھجوروں کے تاجروں سے بدل دی یعنی بدل کر کوفہ میں دوسری جگہ لے گئے۔

اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ شارع عام تنگ ہو گیا تو انہوں نے مسجد کا کچھ حصہ راستہ میں ڈال دیا ملاحظہ ہو فتاوی ابن تیمیہ جلد ۳ ص۳۴۲۔ غرض اس قسم کے تصرفات اوقاف اور خیرات میں درست ہیں جن سے وہ ضائع نہ ہو بلکہ بڑھے یا محفوظ ہو جائے۔ بلکہ حنفیہ کا بھی آخری فتویٰ اس پر ہے چنانچہ رد المحتار جلد ۳ ص۴۳۸ میں اس کی تصریح کی ہے اور امام محمدؒ نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر وقف بیکار ہو جائے تو اس کے اصل مالک یا وارثوں کے ملک میں ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ کہ وقف کی غرض پر مدار ہے۔ حتی الوسع اس کو ضائع نہ ہونے دے ورنہ حوالہ خدا۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۹ دسمبر ۱۹۳۹ء

مسجد کے ساتھ تکیہ کے لئے وقف زمین کا حکم

سوال: مسجد کے اردگرد دُور دُور تک سفید زمین پڑی ہے جو کہ تا حال مسجد مذکور کے استعمال میں نہیں آئی معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ یہ زمین تعمیر مسجد کے وقت تمام شرکاء نے برائے تعمیر تکیہ چھوڑی تھی۔ لہٰذا آج تک تکیہ تعمیر نہ ہوا۔ اب ایک شریک جو مسجد کی پشت پر آباد ہے وہ بوجہ قلت جگہ کے اس متروکہ زمین سے کچھ زمین اپنے حصے سے کم اپنے استعمال میں بصورت مکان لا سکتا ہے یا نہیں۔ اور اپنے فائدہ کے علاوہ یہ بھی منشا ہے کہ مستورات یہاں پر مسجد کے پہلو میں نماز تراویح و جمعہ وغیرہ پڑھ سکیں۔ لیکن شرکاء میں سے دو آدمی کہتے ہیں کہ اس اراضی میں سے اپنے استعمال میں نہیں لا سکتے۔ کیونکہ یہ اراضی بغرض افادہ مسجد چھوڑی گئی ہے جو شخص منع کرتا ہے وہ اس کا مخالف ہے۔

جواب: جو زمین تکیہ کے لئے وقف کی گئی ہے وہ وقف نہیں ہوئی کیونکہ تکیہ محض حقہ نوشی کے لئے تعمیر کیا جاتا ہے جو شرعاً حرام ہے۔ عموماً اس علاقہ میں لوگوں کا یہی رواج ہے کہ مسجد کے ساتھ حقہ نوشی کے لئے تکیہ بناتے ہیں۔ جب زمین وقف نہ ہوئی تو اب اختیار ہے جس مطلب کے لئے استعمال کرنی ہو کر لیں خواہ اپنے استعمال میں لائیں یا مستورات کے لئے جگہ بنا دیں یا مسجد کے کسی دوسرے کام میں آ جائے۔ ہاں اگر تکیہ سے

مراد مسافر خانہ یا حجرہ ہو جہاں آنے گئے مسافر ٹھہریں۔ محض نوشی مقصود نہ ہو تو پھر یہ وقف صحیح ہے۔ اب یہ کسی کی ملکیت نہیں بن سکتی۔ مستورات کے لئے جگہ بنا دی جائے یا مسافر خانہ یا مدرسہ تعمیر کر دیا جائے یا مسجد کے کسی کام میں استعمال کر لی جائے۔ بہر صورت وقف کے طور پر یہ استعمال ہو سکتی ہے۔ ذاتی طور پر اس سے کسی کا کوئی تعلق نہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

کافر کا مال مسجد میں لگ سکتا ہے؟

سوال۔ ایک ہندو شخص مسجد کے کنوئیں میں یا مسجد میں صرف کرنے کو خوشی کچھ رقم دے دے تو اُسے از روئے شریعت کوئیں یا مسجد میں لگا سکتے ہیں؟

جواب۔ مال کے متعلق دریافت کر لینا چاہیئے اگر بالکل حلال ہو تو اُسے قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں اور مسجد وغیرہ پر بھی وہ لگ سکتا ہے۔ بیت اللہ شریف کفار ہی کا بنا ہوا تھا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ صرف اتنا کہا کہ انہوں نے بیت اللہ شریف کو چھوٹا کر دیا اور دروازہ کو اونچا کر دیا۔ اگر یہ قوم نو مسلم نہ ہوتی تو میں بیت اللہ شریف کو اصلی بنیادوں پر بنا دیتا۔ اور دروازہ زمین کے ساتھ ملا دیتا۔ اور دو دروازے بنا دیتا ایک داخل ہونے کا اور ایک نکلنے کا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کفار کا روپیہ مسجد پر لگ سکتا ہے۔ بشرطیکہ حلال کمائی ہو۔ چنانچہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ کفار نے حلال روپیہ جمع کر کے بیت اللہ شریف پر لگایا تھا مگر حلال روپیہ چونکہ کم ہو گیا اس لئے انہوں نے بیت اللہ شریف کو چھوٹا کر دیا۔

کفار کا روپیہ مسجد میں لگانے میں اور تو کوئی خرابی نہیں۔ صرف بدنامی کا باعث اور اعتراض کا ذریعہ ہے کہ مسلمان ایسے بے حمیت ہو گئے ہیں کہ اپنے عبادت خانے بھی آباد نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ غیروں کی امداد نہ لیں اس بدنامی اور اعتراض سے بچنے کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ روپیہ کفار سے لے کر کسی غریب مسکین کو دیا جائے بیت اللہ شریف بے شک کفار نے اپنی حلال کمائی سے بنوایا تھا مگر اس وقت بیت اللہ شریف پر انہی کا قبضہ تھا بلکہ اس اُمت کے اہل اسلام کا اس وقت وجود ہی نہ تھا۔ کیونکہ یہ نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت بارہ یا تیرہ سال کی تھی۔ موجودہ مساجد پر اس وقت مسلمانوں کا قبضہ ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ مسلمان اپنی حلال کمائی سے آباد کریں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

مقبوضہ زمین میں مسجد کا حکم

سوال ۔ ایک شخص زمیندار ہندو جس کا منیجر انگریز تھے ۔اگر ایک قطعہ برائے بنا مسجد مسلمانوں کو اجازت دے تو آیا مذکورہ زمین مسجد درست ہو سکتی ہے یا نہیں بشرطیکہ قبضہ اپنے ہاتھ میں رکھے ۔ ؟

جواب ۔ قرآن مجید میں ہے ۔ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ ۔ کون ہے بڑا ظالم اس سے جو اللہ کی مسجدوں سے اس کا ذکر کرنے سے روکے ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجد ایک عام وقف شے ہے ۔ اس سے کسی کو روکنے کا اختیار نہیں ورنہ روکنے والا بہت بڑا ظالم ہوگا ۔ اور یہ بات ظاہر ہے ۔ جہاں کسی کا قبضہ یا ملکیت ہے وہ اس سے روک سکتا ہے کیونکہ ملک سے مقصود ہی تصرف واختیار ہے تو وہ جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے ۔ خواہ دوسرے کو روکے یا اس کو فروخت کرے یا ہبہ کرے پس ہندو اگر اپنا قبضہ رکھنا چاہتا ہے تو وہ جگہ مسجد نہیں بن سکتی ۔

بے احتیاط متولی کا حکم

سوال ۔ مسجد کی تعمیر یا مرمت میں بے قاعدہ تصرف کرنے اور بلا وجہ تولیت کے حق پر قبضہ جمانے اور چندہ خرچ کا حساب نہ دینے اور عید کی نماز دو جگہ کرانے اور تفرقہ پیدا کرنے کا حکم ہے ؟

جواب ۔ ایسے موقع پر فریقین سامنے ہونے چاہییں ۔ تب انکشاف ہوتا ہے ۔ اب صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اگر واقعی اس شخص میں قصور ہے جو سوال میں مذکور ہے تو اس کا بھانڈا پھیک دیا جائے جب تک توبہ نہ کرے اس کے ساتھ یہی سلوک رہے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب کسی قوم میں کوئی جرم کا ارتکاب کرے ۔ اور باوجود قدرت کے وہ قوم اس کا ہاتھ نہ پکڑے تو سب عذاب میں گرفتار ہونگے ان کو چاہیے کہ اول اس جرم سے روکیں ۔ اگر وہ باز نہ آئے تو اس کا بھانڈا پھیک دے ۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۹ ستمبر ۱۹۳۸ء

حق پر ہو کر دوسری مسجد بنانا اور اس کا حکم

سوال ۔ اگر بے نماز پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ سے شرارتی لوگ مسجد کے نام سے کوئی عمارت بنا لیں تو اس

مسجد اور اس میں نماز پڑھنے پڑھانے والوں کے لئے شریعت محمدیہ میں کیا حکم ہے کیا وہ مسجد ضرار نہیں؟

جواب ۔ جو بے نماز کا جنازہ نہ پڑھے وہ عین حق پر ہے اور اس وجہ سے جو مسجد بنائی جائے وہ مسجد "ضرار" ہے۔ جو حق کے مقابلہ میں تفریق اور ضرر کے لئے بنائی جائے اور تقویٰ اور پرہیزگاری پر اس کی بنیاد نہ ہو۔ جیسے قرآن مجید پارہ ۱۱ رکوع ۲ میں ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی۔

بڑے بھائی کے نا اہل ہونے کی وجہ سے چھوٹے بھائی کا متولی ہونا

سوال ۔ بہیرہ میں ایک جامع مسجد شاہی شیر شاہ سوری نے بنائی تھی۔ موجودہ متولی کے دو لڑکے زندہ ہیں۔ ان میں سے بڑا سرکاری طور پر متولی ہے مگر وہ اپنی سرکاری ملازمت کی مصروفیت کی وجہ سے تولیت کے فرائض سر انجام نہیں دے سکا اور چھوٹا بھائی سر انجام باحسن طریق دیتا ہے اور عموماً لوگ اس کی تولیت پر راضی ہیں مگر بڑا بضد ہے اور چاہتا ہے کہ تولیت اپنے ہاتھ میں لے لے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً جس کو پبلک چاہتی ہے وہ متولی ہو یا جو بڑا چاہتا ہے اور جس کا نام رجسٹر سرکار ہے؟

جواب ۔ تولیت کی بابت جو سوال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تولیت جس کا حق ہے۔ اسی کا ہے۔ بلا وجہ اس سے چھین لینا درست نہیں۔ حدیث میں ہے جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ہوا کہ عثمان بن طلحہ جبی سے بیت اللہ شریف کی چابی لے لیں۔ یعنی اس سے بیت اللہ شریف کی چابی چھین لیں تو خدا تعالیٰ نے آیت کریمہ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا " اتاری یعنی خدا تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے حوالہ کرو۔ تفسیر فتح البیان وغیرہ زیر آیت مذکور۔ ہاں اگر کوئی شخص تولیت کے حقوق ادا نہ کرے تو اس کی تولیت فسخ ہو سکتی ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کیا تم سے اتنا نہیں ہو سکتا کہ جب میں کسی شخص کو کام کا حکم دوں اور وہ اس کام میں سستی کرے تو اس کی جگہ تم دوسرا آدمی کر دو تاکہ وہ اس کام کو کرے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کوتاہی کرنے والے کو معزول کر کے اس کی جگہ دوسرا کر سکتے ہیں اس طرح عورت کا ولی عورت کے حق میں کوتاہی کرے تو عورت کسی دوسرے کو ولی بنا کر نکاح کر سکتی ہے چنانچہ عبداللہ بن عمر سے مروی ہے۔

احاطہ مسجد کی آمدنی اور پیداوار کا حقدار

سوال ۔ اگر احاطہ مسجد میں کوئی کھیتی وغیرہ بوئی جائے تو اس کا کون مستحق ہے کیا گاؤں کے لوگ اور امام وغیرہ اس سے کھا سکتے ہیں ؟

جواب ۔ وہ شے مسجد کی ضروریات میں صرف ہونی چاہیے ۔ ہاں بونے والا اپنا حصہ لے سکتا ہے اگر کوئی دوسرا لے تو قیمت کر کے لے جائے اور اگر متولی مسجد ضروریات مسجد کے متکفل ہیں تو پھر غرباء کا حق ہے ۔ جن میں امام اور طلبہ مسجد مقدم ہیں کیونکہ ان کا مسجد سے زیادہ تعلق ہے اس لئے پہلے حقدار یہی ہیں ۔

مسجد اور مدرسہ کی آمدنی ایک دوسرے پر خرچ ہو سکتی ہے ؟

سوال ۔ مسجد کے ساتھ مدرسہ دینی بھی ہے جو آمدنی مسجد کے لئے حاصل ہو وہ مدرسہ پر اور مدرسہ کی آمدنی مسجد پر صرف ہو سکتی ہے یا نہیں ۔

جواب ۔ جائز ہے ۔ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ ایک شخص نے اپنا اونٹ فی سبیل اللہ کر دیا جس سے اس کا مقصود جہاد تھا ۔ اس کو حج کی ضرورت ہوئی تو آپ نے اس کو اجازت دے دی اس نے کہا یا رسول اللہ ! میں نے اسکو فی سبیل اللہ کر دیا آپ نے فرمایا حج بھی فی سبیل اللہ ہے ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ متولی ایک مد خیر کی آمد دوسری مد خیر میں صرف کر سکتا ہے ۔

تخت پوش یا ریل وغیرہ میں نماز فرضی کا حکم

۔ بخاری میں باب باندھا ہے ۔ باب الصلوٰۃ فی السطوح والمنبر والخشب قال ابوعبد اللہ ولم یر الحسن باسا ان یصلی علی الثلج والقناطیر وان جری تحتھا بول اوفوقھا اوامامھا اذا کان بینھما سترۃ وصلی ابوھریرۃ علی ظھر المسجد بصلوۃ الامام وصلی ابن عمر علی الثلج ۔ یعنی چھتوں پر منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنے کا باب حسن بصریؒ کہتے ہیں برف اور پل پر نماز پڑھنے کا کوئی حرج نہیں اگرچہ پل کے نیچے یا اوپر یا آگے پیشاب جاری ہو جبکہ آگے

کوئی سترہ ہو ، اور ابو ہریرہؓ نے امام کے ساتھ چھت پر نماز پڑھی ۔ اور ابن عمرؓ نے برف پر پڑھی ۔ بخاری رح یہ باب باندھ کر آگے حدیث لائے ہیں جس میں منبر پر نماز پڑھنے کا ذکر ہے ۔ ساری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر پڑھی صرف سجدہ نیچے اُتر کر کیا کیونکہ منبر پر سجدہ نہیں ہو سکتا تھا ۔ اس روایت سے مراد لکڑی پر نماز پڑھنی ثابت ہوگئی خواہ وہ تخت ہو یا کوئی اور شے ہو ۔ اور برف پر پڑھنے کی روایت سے بھی لکڑی پر نماز پڑھنی ثابت ہوگئی ۔ کیونکہ برف پانی ہے جو زمین کی قسم سے نہیں ۔ اور لکڑی تو زمین سے پیدا ہوتی ہے اور چھت پر نماز پڑھنے سے بھی لکڑی پر نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے ۔ کیونکہ چھت بعض دفعہ محض لکڑی کی ہوتی ہے اور اگر محض لکڑی کی نہ ہو تو بھی دارومدار لکڑی پر ہے ۔ صرف اُوپر مٹی ہوتی ہے جس کو لکڑی اٹھائے ہوئے ہے تو یہ ایسا ہوگیا جیسے تخت پر مٹی پڑی ہے ——— اس کے علاوہ منتقیٰ باب الصلوٰۃ فی السفینۃ میں ہے عن ابن عمر رض قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیف اصلی فی السفینۃ قال تصلی فیہا قائما الا ان تخاف الغرق رواہ دارقطنی والحاکم ابو عبداللہ فی المستدرک علی شرط الشیخین عن عبداللہ بن ابی عتبۃ قال صحبت جابر بن عبداللہ وابا سعید الخدری وابا ھریرۃ فی سفینۃ فصلوا قیاما فی جماعۃ امھم بعضھم وھم یقدرون علی الجد رواہ سعید فی سفینۃ ۔ (رواہ سعید فی سفینۃ) ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کشتی میں نماز پڑھنے کی بابت پوچھے گئے ۔ تو فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھ مگر یہ کہ تو غرق کا خوف کرے یعنی کھڑے ہونے سے گر کر غرق ہونے کا خوف ہو تو پھر بیٹھ کر پڑھ لے اور عبداللہ بن ابی عتبہ کہتے ہیں کہ میں جابر بن عبداللہ اور ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ کے ساتھ کشتی میں تھا ۔ انہوں نے کشتی میں کھڑے ہو کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی حالانکہ وہ دریا کے کنارے پر بھی پڑھ سکتے تھے ——— نیل الاوطار میں اس حدیث پر لکھا ہے ۔ المراد انھم یقدرون علی الصلوٰۃ فی البر وقد صحت صلوتھم وفیہ جواز الصلوٰۃ فی السفینۃ وان کان الخروج الی البر ممکنا (نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ) عبداللہ بن عتبہ کی مراد یہ ہے کہ وہ جنگل میں نماز پڑھنے پر قادر تھے ۔ پھر بھی ان کی نماز کشتی میں صحیح ہوگئی حالانکہ کشتی حرکت کرتی تھی ۔ اس سے معلوم ہوا کہ کشتی میں نماز صحیح ہے ۔ خواہ جنگل کی طرف نکلنا ممکن ہو ۔ جب کشتی پر باوجود حرکت کے نماز صحیح ہوگئی تو تخت پوش پر بطریق اولیٰ صحیح ہوگی ۔ کیونکہ تخت پوش تو ایک جگہ قائم ہے جو بالکل زمین کی طرح ہے کیونکہ جو شے زمین پر بچھائی جائے یا زمین پر رکھی جائے وہ نماز کے لئے زمین

ہی سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً چٹائی فرش وغیرہ ان سب پر نماز بے کھٹکا جائز ہے صرف اتنا ضروری ہے کہ رکوع سجود وغیرہ بافراغت نہ ہو سکے تو پھر جائز نہیں۔ ہاں کوئی عذر ہو تو جائز ہے۔

منتقیٰ باب "الصلوٰۃ الفرض علی الراحلۃ لعذر" میں ہے۔

عن یعلی بن مرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتھیٰ الی مضیق ھو واصحابہ وھو علی راحلۃ والسماء من فوقھم والبلۃ من اسفل منھم فحضرت الصلوٰۃ فامر المؤذن فاذن واقام ثم تقدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی راحلۃ فصلی بھم یومی ایماء یجعل السجود اخفض من الرکوع رواہ احمد و الترمذی۔

یعلی بن مرہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی ایک تنگ جگہ میں پہنچے آپ سواری پر تھے۔ اوپر سے بارش تھی۔ نیچے زمین تر تھی۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ نے مؤذن کو حکم دیا۔ اس نے اذان کہی۔ اور اقامت کہی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر ہو گئے اشارہ سے نماز پڑھاتے تھے۔ سجدہ ذرا رکوع سے نیچے کرتے ـــــ ترمذی میں ہے کہ امام احمدؒ، امام اسحٰقؒ کا یہی مذہب ہے اور عراقی نے شرح ترمذی میں امام شافعیؒ سے بھی یہی روایت کیا ہے کہ ضرورت کے وقت سواری پر فرض نماز جائز ہے (نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۲۹)

نوٹ۔ بعض لوگ ریل پر نماز کی دلیل دریافت کرتے ہیں۔ سو کشتی پر نماز کے جواز سے ریل پر بھی نماز کا جواز ثابت ہو گیا۔ اگر کوئی کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ جائے لیکن یہ اس وقت ہے کہ نیچے اتر کر نماز پڑھنے کا موقع نہ ملے۔ اگر نیچے اتر کر نماز پڑھنے کا موقع مل سکتا ہے تو پھر نیچے اتر کر پڑھے۔ ہاں اگر کوئی کھڑا ہو کر پڑھ سکتا ہے اور رکوع و سجود پورا کر سکتا ہے تو پھر خواہ نیچے اترنے کا موقع ملے یا نہ ہر صورت اوپر پڑھ سکتا ہے۔ جیسے جابر بن عبداللہ رض ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ رض نے کشتی پر نماز پڑھی۔ حالانکہ جنگل میں نماز پڑھنے پر قادر تھے۔

مسجد میں چارپائی بچھانا

سوال۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چارپائی مسجد میں لانا منع ہے کیونکہ یہ پلید ہے۔ گذارش ہے کہ از روئے قرآن و حدیث اور فقہ حنفیہ اس مسئلہ کا حل فرمایا جائے۔

جواب ۔ حدیث میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اعْتَکَفَ طُرِحَ لَہٗ فِرَاشٌ اَوْ وُضِعَ لَہٗ سَرِیْرٌ وَرَاءَ اُسْطُوَانَۃِ التَّوْبَۃِ۔ (ابن ماجہ مصری ج۱ ص۵۶۴)

یعنی ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف بیٹھتے تو آپ کے لئے ستون توبہ کے پیچھے فرش یا چارپائی بچھائی جاتی۔

علامہ سندھی حنفی رح اس حدیث پر لکھتے ہیں۔

قولہ وَرَاءَ اُسْطُوَانَۃِ التَّوْبَۃِ ھِیَ اُسْطُوَانَۃٌ رَبَطَ بِھَا رَجُلٌ مِّنَ الصَّحَابَۃِ نَفْسَہٗ حَتّٰی تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَفِی الزَّوَائِدِ اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ وَرِجَالُہٗ مُوَثَّقُوْنَ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ توبہ کے ستون سے مراد وہ ستون ہے جس سے ایک صحابی نے خود کو کسی قصور پر باندھ دیا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کر لی۔ اور زوائد میں ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

امام شوکانی رح شرح منتقی میں اس حدیث پر لکھتے ہیں۔

وَفِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی جَوَازِ الْفِرَاشِ وَوَضْعِ السَّرِیْرِ لِلْمُعْتَکِفِ فِی الْمَسْجِدِ۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص۲۷۱) یعنی اس میں دلیل ہے کہ مسجد میں اعتکاف کرنے والے کے لئے مسجد میں بستر اور چارپائی بچھانی جائز ہے ــــ کہ او شک کے لئے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ دونوں میں سے ایک بچھاتے کبھی صرف بستر کبھی چارپائی۔ اگر بالفرض شک کے لئے ہو تو بھی چارپائی کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ بستر بالاتفاق جائز ہے تو اس کے مقابلہ میں چارپائی بھی جائز ہو گی۔ کیونکہ شک میں دونوں جانب برابر ہوتی ہیں۔

پس جب حدیث صحیح سے ایک مسئلہ ثابت ہو گیا تو کسی حنفی یا اہلحدیث کو اس میں چون وچرا کی گنجائش نہ رہی کیونکہ حدیث صحیح پر سب کا ایمان ہے۔ خاص کر جو لوگ چارپائی کو بلید کہتے ہیں۔ اور اس وجہ سے چارپائی بچھانے کو ناجائز کہتے ہیں وہ غور کریں کہ حدیث کو جھٹلا رہے ہیں۔

پھر حنفیہ کی کتب فقہ در مختار رد المحتار جلد اول ص۳۸۲ وغیرہ میں لکھا ہے کہ۔

جوتے میں نماز افضل ہے کیونکہ مسجد نبوی میں صحابہؓ جوتے سمیت نماز پڑھتے تھے۔ تو کیا چارپائی جوتے

سے بھی زیادہ پلید ہو گئی ؟

مزید ردالمحتار میں لکھا ہے۔

ہم سے جنہوں نے جوتے سمیت مسجد میں آنے کو اچھا نہیں سمجھا اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اب مساجد میں فرش اور صفیں بچھائی جاتی ہیں تو ان کے خراب ہونے کا ڈر ہے۔ اور مسجد نبوی میں کنکر بچھے ہوئے تھے، اور انہی پر نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے وہاں خطرہ نہ تھا۔ غرض جوتا پلید نہیں نہ پلیدی کی وجہ سے کسی نے روکا ہے۔ تو پھر چارپائی کس طرح پلید ہو گئی ؟ علاوہ اس کے جوتے سمیت عام طور پر داخل ہونے سے فرشوں اور صفوں وغیرہ کے خراب ہونے کا جو خطرہ ہے وہ چارپائی میں نہیں کیونکہ اول تو چارپائی عام طور پر بچھائی نہیں جاتی۔ اور جب کبھی کوئی چارپائی بچھائی جاتی ہے۔ تو فرشوں اور صفوں سے آگے پیچھے بچھائی جاتی ہے۔ نیز اس کے پائے صاف ہوتے ہیں۔ فرش یا صف وغیرہ پر اس کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ پس جن لوگوں نے چارپائی کو نجس کہا۔ اور اس وجہ سے مسجد میں اس کا بچھانا ناجائز قرار دیا انہوں نے حدیث کا بھی خلاف کیا اور فقہ کا بھی۔ خدا ہم کو نفسانیت سے محفوظ رکھے اور انجام بخیر کرے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

عورتوں کے لئے مسجد میں جگہ

سوال۔ عورتیں مسجد میں دائیں یا بائیں جانب کھڑی ہو کر نماز پڑھ سکتی ہیں ؟

جواب۔ عورتوں کی اصل نماز کی جگہ تو مردوں کے پیچھے ہے۔ چنانچہ مسلم وغیرہ میں حدیث ہے کہ عورتوں کی سب سے پچھلی صف بہتر ہے اور پہلی بری ہے۔ اور مردوں کی اس کے برعکس۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی پچھلی صف مردوں کی صف سے دور ہوتی ہے۔ اور پہلی مردوں کے قریب ہوتی ہے۔ اور یہ اسی صورت میں ہے کہ عورتیں مردوں کے پیچھے ہوں۔

نیز مسلم وغیرہ میں حدیث ہے کہ انس بن مالک وغیرہ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی تو انس بن مالک اور ایک یتیم لڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور انس کی والدہ اکیلی کھڑی ہوئیں۔

مصنف عبدالرزاق اور طبرانی میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔

اخروھن من حیث اخرھن (درایۃ تخریج ھدایۃ) وفی الغایۃ عن شیخہ یرویہ الخمر ام الخبائث والنساء حبائل الشیطان واخروھن من حیث اخرھن اللہ وعزوہ الی مسند رزین فتح القدیر حاشیہ ھدایۃ ص۱۲۳ جلد ۱۔

یعنی عورتوں کو پیچھے کرو جہاں ان کو اللہ نے پیچھے کیا ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے مقام صلوٰۃ دائیں بائیں نہیں بلکہ پیچھے ہے۔ ہاں مجبوری کے وقت دائیں بائیں بھی کوئی حرج نہیں۔

منتخب کنز العمال میں ہے۔

عن الحارث بن معاویۃ الکندی انہ رکب الی عمر بن الخطاب یسئلہ عن ثلاث خلال فقدم المدینۃ فقال لہ عمر ما اقدمک قال لاسئلک عن ثلاث قال وما ھن قال ربما کنت انا والمرأۃ فی بناء ضیق فتحضر الصلوٰۃ فان صلیت انا وھی کانت بحذائی وان صلت خلفی خرجت من البناء فقال عمر تستر بینک وبینھا بثوب ثم تصلی بحذائک ان شئت وعن الرکعتین بعد العصر فقال نھانی عنھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وعن القصص فانہ ارادونی علی القصص فقال ما شئت کانہ کرہ ان یمنعہ قال انما اردت ان انتھی الی قولک قال اخشیٰ علیک ان تقص فترتفع علیھم فی نفسک حتی یخیل الیک انک فوقھم بمنزلۃ الثریا فیضعک اللہ تحت اقدامھم بقدر ذالک (حم۔ ض)

یعنی حارث بن معاویہ کندی سے روایت ہے۔ وہ تین باتوں سے سوال کی غرض سے حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔

۱۔ کہا بہت دفعہ میں اور میری عورت ایک مختصر مکان میں ہوتے ہیں اور نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ اگر میں اور وہ دونوں (مکان کے اندر) نماز پڑھیں تو وہ میرے برابر ہو جاتی ہے۔ اگر میرے پیچھے نماز پڑھے تو مکان سے باہر ہو جاتی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ درمیان کپڑے کا پردہ کر لے تو پھر وہ تیرے برابر

کھڑی ہو کر نماز پڑھے۔

۲۔ دوسرا سوال عصر کے بعد دو رکعت سے۔ کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

۳۔ تیسرا سوال وعظ سے ہے۔ کیونکہ لوگ مجھ سے وعظ کی خواہش کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تیری مرضی گویا عمرؓ نے اس کو روکنا مناسب نہ سمجھا۔ کندی نے کہا میں آپ کے ارشاد پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا مجھے ڈر ہے کہ تو وعظ کرے پس تیرا دماغ اونچا ہو جائے۔ پھر وعظ کرے اور اونچا ہو جائے یہاں تک کہ تو خود کو ان کی نسبت آسمان کا ستارہ سمجھنے لگے۔ جس کا انجام یہ ہو کہ قیامت کے دن خدا تجھے اتنا ہی ان کے قدموں کے نیچے کر دے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں اگر عورتوں کے لئے پچھلی طرف جگہ کا انتظام مشکل ہو تو دائیں بائیں کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ الضرورات تبیح المحذرات۔

طلوع فجر کے بعد تحیۃ المسجد

سوال ۔ صبح کے وقت تحیۃ المسجد پڑھے یا نہ؟

جواب ۔ بلوغ المرام باب المواقیت میں ہے۔

عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الْفَجْرِ اِلَّا سَجْدَتَیْنِ اخرجہ الخمسۃ الا النسائی وفی روایۃ عبد الرزاق لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلَّا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ ومثلہ الدارقطنی عن عمرو بن العاص۔ (ص۲۳)

یعنی ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پو پھٹنے کے بعد کوئی نماز نہیں مگر دو رکعت فجر کی یعنی سنتیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پو پھٹنے کے بعد تحیۃ المسجد درست نہیں۔ جیسے طلوع وغروب آفتاب کے وقت نماز درست نہیں۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

مسجد میں تکرار جماعت کا حکم

سوال ۔ جماعت ہو جانے کے بعد اگر دو چار آدمی آجائیں تو وہ اپنی علیحدہ جماعت کرا سکتے ہیں؟

جواب: منتقی میں ہے۔

عن ابی سعید رضہ ان رجلا دخل المسجد وقد صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ فقال من یتصدق علی ذا فیصلی معہ فقام رجل من القوم رواہ احمد وابوداؤد والترمذی بمعناہ (باب من صلی فی المسجد جماعۃ بعد امام الحی)

یعنی حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ جماعت سے فراغت کے بعد ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کون اس پر صدقہ کرتا ہے کہ اس کے ساتھ نماز پڑھے پس ایک شخص قوم سے کھڑا ہوا۔

مشکوٰۃ میں بھی یہ حدیث ہے۔ اس کے اخیر میں ہے۔ فقام رجل فصلی معہ (مشکوٰۃ باب ما علی الماموم من المتابعۃ وحکم المسبوق) یعنی ایک شخص کھڑا ہوا پس اس کے ساتھ نماز پڑھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس مسجد میں نماز ہو چکی ہو۔ اس میں دوسری نماز بھی درست ہے۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے۔ جو نماز پڑھ چکے ان میں سے کوئی کرائے آنے والوں سے نہ کرائے یہ حدیث سے ناواقفی پر مبنی ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے۔ لا تصلوا صلوۃ فی یوم مرتین رواہ احمد وابوداؤد والنسائی (مشکوٰۃ باب من صلی صلوۃ مرتین) —— اس حدیث میں دوبارہ نماز پڑھنے سے ممانعت آئی ہے۔ مگر باوجود اس کے دوسرے کو جماعت کا ثواب دلانے کی خاطر دوبارہ نماز جائز ہو گئی۔ تو باہر سے آنے والا جس نے نماز ابھی نہیں پڑھی اس کو بطریق اولیٰ جائز ہو گئی۔ اور جگہ بدلنے کی شرط کرنا یہ بے ثبوت بات ہے۔ مسجد سب یکساں ہے۔ جہاں چاہے جماعت کرائے۔ خواہ پہلی جگہ جماعت ہو چکی ہو یا دوسری جگہ۔ اس جگہ یہ شرط کرنا امام مسجد میں آئے تو کرا سکتا ہے یہ بھی بے ثبوت ہے بلکہ اوپر کی حدیث میں اس کی تردید ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اصل امام تھے۔ مسجد میں نہیں آئے۔ بلکہ ایک اور امام آیا ہے اور ابن ابی شیبہ کی حدیث میں ہے کہ آنے والا شخص حضرت ابوبکر رضہ صدیق تھے۔ (ذیل الاوطار جلد ۳ صـ۳)

عبداللہ امرتسری روپڑ

مسجد کے پاس قبریں

سوال - ایسی مسجد میں جس کا نقشہ مندرجہ ذیل ہے - نماز جائز ہے یا نہیں ؟

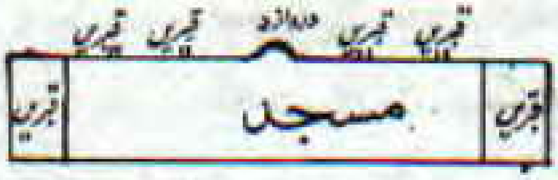

جواب - حدیث میں ہے - عن ابی مرثد الغنوی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا الْبُخَارِيَّ وَابْنَ مَاجَةَ (منتقی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو نہ ان پر بیٹھو -

دوسری حدیث میں ہے عَنْ أَبِي سعيد أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ (منتقی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام زمین مسجد ہے مگر قبرستان اور حمام -

تیسری حدیث میں ہے - عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوا مِنْ صَلَاتِكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا ابْنَ مَاجَةَ (منتقی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ نماز گھروں میں پڑھو - اور ان کو قبریں نہ بناؤ -

چوتھی حدیث میں ہے عَنْ عَائِشَةَ رض أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ - متفق علیہ (مشکوۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری بیماری میں فرمایا - اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنایا -

پانچویں حدیث میں ہے عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي

يُقْرَأُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن)

اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورہ بقرہ پڑھی جائے۔

پہلی حدیث میں قبروں کی طرف نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ سوال میں جس مسجد کا ذکر ہے۔ اگر اس کے سامنے کے دروازے کھلے ہوں تو نماز قطعاً حرام ہے کیونکہ قبریں سامنے ہیں۔ اگر دروازے بند ہوں تو بھی ٹھیک نہیں۔ دروازوں کا قبلہ رُخ ہونا شبہ ڈالتا ہے کہ یہ مسجد قبرستان کے متعلق ہے۔ کیونکہ دروازے قبروں کی خاطر رکھے ہیں۔ ایسی مسجد میں نماز ٹھیک نہیں کیونکہ چوتھی حدیث میں قبروں کو مسجد بنانے پر لعنت کی ہے۔ دوسری حدیث میں قبرستان میں نماز سے منع فرمایا ہے اور اس کے دائیں بائیں قبروں کا ہونا یہ بھی اس بات کی تائید ہے کہ یہ مسجد قبرستان کا حصہ ہے۔ اگر بالفرض مسجد پہلے ہو۔ اور قبریں پیچھے بنی ہوں تو بھی کچھ خلل آگیا کیونکہ تیسری اور پانچویں حدیث میں گھروں کو قبریں بنانے سے نہی کی ہے اور گھر میں قبر کی یہی صورت ہوتی ہے کہ گھر کی حدود اور صحن وغیرہ میں قبر بنا دی جائے۔ دائیں طرف قبر اس قسم کی معلوم ہوتی ہے۔ اور دوسروں قبروں کا حال بھی مشتبہ ہے۔ اس لئے ایسی مسجد میں نماز سے احتیاط کرنا چاہیے اگر قبریں یہاں سے ہٹا دی جائیں اور ہڈیاں دوسری جگہ دفن کر دی جائیں تو پھر نماز میں کوئی کھٹکا نہیں لیکن قبریں اس وقت ہٹائی جا سکتی ہیں جب مسجد پہلے ہو کیونکہ اس صورت میں یہ قبریں خلافِ شرع ہوں گی جن کا ہٹانا ضروری ہوگا ورنہ مسجد کو یہاں سے ہٹانا چاہیے۔ ہاں اگر مشرکوں کی قبریں ہوں تو ہر صورت میں ہٹائی جا سکتی ہیں۔ مسجد نبوی اس طرح بنی تھی۔ ہاں اگر قبریں حدودِ مسجد سے بالکل باہر ہوں اور مسجد قبرستان کے حصہ میں نہ ہو تو پھر ہٹانے کی ضرورت نہیں مگر قبروں اور مسجد کے درمیان دیوار بنا دینی چاہیے تاکہ کسی وقت اتفاقیہ مسجد کا کوئی دروازہ کھلا رہ جائے تو نظر نہ پڑے۔ اگر قبل بعد کا علم نہ ہو تو پھر معاملہ مشتبہ ہے۔ احتیاط نہ پڑھنے میں ہے۔ کیونکہ نماز کا معاملہ نازک ہے۔

عبد اللہ امرتسری روپڑی

قبہ کی طرف منہ کر کے نماز کا حکم

سوال۔ ایک عالی شان بڑا قبہ ہے جس میں متعدد قبریں لکڑی کے جالی دار کٹہروں کے اندر محصور ہیں۔ اس قبہ کے برابر لائن میں علاوہ دائیں طرف مسجد شریف ہے اس پر بھی قبہ ہے۔ اور بائیں طرف دوسرا قبہ ہے۔ اس میں بھی قبریں ہیں۔ اس کا دروازہ بند ہوتا ہے۔ اور ان تینوں کے آگے ایک بڑا صحن ہے۔ جو کہ تقریباً ایک جریب کا

ہے جس کو متولی نے مسجد شریف کا حکم دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مسجد کے برابر والے صحن کو امام چھوڑ کر درمیانی قبر جس کا دروازہ کھلا ہوا ہے کے تھوڑا شمال کی طرف ہٹ کر کھڑا ہو کر نماز پڑھاتا ہے۔ سوا جمعہ اور عیدین کے نماز ہمیشہ ہوتی ہے جگہ تنگ ہونے سے امام قبوں کو متوجہ ہو کر کھڑا ہوتا ہے اور صفیں سارے صحن کی لمبائی پر بنائی جاتی ہیں۔ کیا اس حالت میں امام اور مقتدیوں کی نماز جائز ہے یا نہیں۔

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ نقشہ اس طرح ہے۔

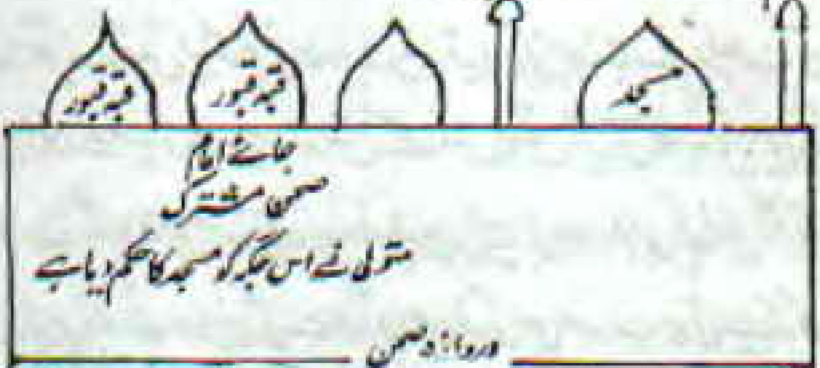

جواب ۔ صورت مذکورہ میں نماز بالکل جائز نہیں، اس کی بابت بہت احادیث آئی ہیں ہم قدر ضرورت پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَرْضُ کُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ رواہ الْخَمْسَةُ اِلَّا النَّسَائِیّ (منتقی) یعنی زمین تمام مسجد ہے مگر قبرستان اور حمام۔

۲۔ عن ابی مرثد الغنوی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تُصَلُّوْا اِلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تَجْلِسُوْا عَلَیْهَا رَوَاہُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا الْبُخَارِیَّ وَابْنَ مَاجَةَ (منتقی)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ قبروں کی طرف نماز پڑھو نہ ان کے اوپر بیٹھو۔

۳۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْا مِنْ صَلٰوتِکُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا رَوَاہُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا ابْنَ مَاجَةَ (منتقی)

یعنی کچھ نماز (نفل) گھروں میں پڑھا کرو اور ان کو قبریں نہ بناؤ (اگر گھروں میں نماز نہیں پڑھو گے تو گویا گھر قبریں بن گئے۔

۴۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْفِرُ مِنَ الْبَیْتِ الَّذِیْ یُقْرَأُ فِیْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ (رواہ مسلم) (مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن) گھروں کو قبریں نہ بناؤ بے شک جس گھر میں سورہ بقرہ

پڑھی جاتی ہے اُس سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔

۵۔ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ لَمْ یَقُمْ مِنْہُ لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآءِھِمْ مَسَاجِدَ متفق علیہ (مشکوٰۃ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر بیماری میں فرمایا کہ اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے اُنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔

۶۔ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ الْبَجَلِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ بِخَمْسٍ وَھُوَ یَقُوْلُ اِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَآءِھِمْ وَصَالِحِیْھِمْ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّیْ اَنْھَاکُمْ عَنْ ذٰلِکَ۔ رواہ مسلم (منتقیٰ) جندب بن عبداللہ بجلی کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پانچ دن پہلے سنا۔ آپ فرماتے تھے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور بزرگوں کی قبروں کو مسجدیں بناتے تھے، خبردار تم قبروں کو مسجدیں نہ بناؤ میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔

۷۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ اُمَّ حَبِیْبَةَ وَاُمَّ سَلَمَةَ ذَکَرَتَا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَنِیْسَةً رَاَتَاھَا بِالْحَبَشَةِ فِیْھَا تَصَاوِیْرُ فَقَالَ اِنَّ اُولٰٓئِکَ اِذَا کَانَ فِیْھِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِہٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِیْہِ تِلْکَ التَّصَاوِیْرَ اُولٰٓئِکَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (مسلم)

ام حبیبہؓ اور ام سلمہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گرجا کا ذکر کیا جو حبشہ میں تھا اس میں تصویریں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں میں جب کوئی شخص فوت ہوجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنادیتے اور اس میں اس قسم کی تصویریں کھینچتے یہ لوگ تمام مخلوق سے قیامت کے دن بدتر ہیں۔

۸۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی (مشکوٰۃ) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے نیز قبروں

پر مسجدیں بنانے والوں کو اور چراغ جلانے والوں کو لعنت کی ہے۔

اس قسم کی احادیث بہت آئی ہیں ہم نے صرف آٹھ پر اکتفا کی ہے۔ ان سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں نماز جائز نہیں، سوال میں قبوں کے سامنے کا صحن مسجد کا صحن قرار دیا ہے مگر بناوٹ اور قبوں کا راستہ بتلا رہا ہے کہ قبوں کے سامنے کا صحن مسجد کا نہیں۔ ہاں مسجد کے سامنے مسجد کا ہے۔ پس قبوں کے صحن میں نماز بالکل جائز نہیں۔ کیونکہ وہ قبرستان کا حصہ ہے۔

اس کے علاوہ نمبر ۷ کی حدیث میں قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بھی ناجائز بتلایا ہے اور قبوں کے سامنے کے صحن میں کھڑے ہونے سے قبوں کی طرف منہ ہوتا ہے اور قبہ سارا قبر کا حکم رکھتا ہے کیونکہ قبہ قبر کی شان کو دوبالا کرنے کے لئے ہوتا ہے تاکہ اس کی تعظیم زیادہ ہو جیسے غلاف وغیرہ چڑھاتے ہیں خاص کر جب دروازہ کھلا ہو تو قبر بھی سامنے آجاتی ہے۔ پس یہ دوسری وجہ ممانعت کی ہوئی ہو۔ اس میں مطلقاً قبر کی طرف نماز منع ہے خواہ جس جگہ میں نماز پڑھتا ہے۔ وہ قبرستان کا حصہ ہو یا نہ ہو۔ پھر قبروں پر مسجدیں بنانا جائز ہے جیسے نمبر ۶، ۷ کی حدیث میں ہے بلکہ بعض روایتوں میں آپ نے لعنت فرمائی ہے جیسے نمبر ۵، ۸ کی حدیث میں ہے۔ پس جب یہ مسجدیں ناجائز ہوئیں اور لعنت کا باعث ہوئیں تو ان میں نماز بھی ناجائز ہوئی۔ اور ظاہر بات ہے کہ مسجد کے صحن میں نماز مسجد ہی میں ہے تو یہ بھی ناجائز ہوئی۔ پس جب مسجد صحن مسجد میں نماز ناجائز ہوئی تو قبوں کے صحن میں کس طرح جائز ہوگی؟ بلکہ اگر قبوں کا صحن نہ ہو مسجد کا اور قبوں کا مشترک ہو تو بھی جائز نہیں کیونکہ عبادت میں ناجائز کی ملاوٹ ہو تو عبادت ناجائز ہو جاتی ہے۔

پھر نمبر ۹ کی حدیث میں فرمایا ہے کہ گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور گھروں میں قرآن پڑھنے کی ترغیب دی ہے مطلب یہ کہ قبریں قرآن کی جگہ نہیں صرف دفن کے وقت میت کے سر کی طرف شروع سورۂ بقرہ کا اور پاؤں کی طرف اخیر سورہ بقرہ کا پڑھنا آیا ہے۔ اور زیارت کے وقت بعض ضعیف احادیث میں سورہ فاتحہ۔ قل ہو اللہ۔ سورۃ الهاکم سورۂ یٰسین۔ آیۃ الکرسی پڑھ کر مردے کو بخشنے کا ذکر آیا ہے۔ بعض روایتوں میں قل ہو اللہ گیارہ مرتبہ آیا ہے لیکن یہ بھی ضعیف ہے۔ ان کے علاوہ کہیں ذکر نہیں بلکہ نمبر ۹ کی حدیث سے ممانعت ظاہر ہوئی ہے خاص کر مجاور بن کر پڑھنا زیادہ بُرا ہے کیونکہ اس کا بالکل کسی حدیث میں ذکر نہیں جب قرآن کی یہ حالت ہے تو نماز کیسے جائز ہوگی جو زیادہ احتیاط والی عبادت ہے اور قرآن پر بھی شامل ہے۔ قرآن باوضو۔ بے وضو دونوں طرح پڑھنا جائز ہے اس کے لئے کندھوں کا ڈھانکنا ضروری نہیں۔ اس میں بات کرنی بھی جائز ہے۔ قبلہ رُخ ہونا شرط نہیں اس قسم کے

بہتیرے اُمور ہیں جو نماز کے لئے ضروری ہیں قرآن کے لئے ضروری نہیں پس نماز زیادہ محل احتیاط ہے۔ اس کا قبرستان میں پڑھنا جہاں تھوڑا سا شبہ قبرستان کا ہو۔ وہاں اس کا ادا کرنا یا اس جگہ کو مسجد کا حکم دینا کسی صورت میں جائز نہیں

پھر نمبر ۳ کی حدیث میں گھروں کو قبریں بنانے سے نہی کی ہے اور ان میں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ گویا جس گھر میں قبر ہو وہ سارا گھر نماز کے قابل نہیں رہتا جس میں اس کا صحن بھی شامل ہے حالانکہ مقصود گھر سے اپنی رہائش ہے۔ لیکن صرف قبر کے ہونے سے نماز کا محل نہیں رہتا تو قبے جو قبروں کی خاطر ہیں اور قبروں کی تعظیم اور ان کی شان کو دوبالا کرنے کے لئے ہے بلکہ ایک طرح قبر ہی ہیں تو ان میں یا ان کے مستقل یا مشترکہ صحن میں نماز کیونکر جائز ہوگی؟

پھر نمبر ۵ کی حدیث میں قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں کو لعنت کی ہے۔ اور مسجد میں نمازوں کے لئے آنا یہ مسجدوں کی زیارت ہے۔ اور عورتوں کو جماعت میں شامل ہونے کی اجازت ہے۔ چنانچہ اس کی بابت مشکوٰۃ وغیرہ میں بکثرت احادیث موجود ہیں پس جب عورتیں قبوں کے صحن میں نماز کے لئے آئیں تو وہ ملعون ہوگئیں تو نماز کس طرح جائز ہوگی؟

ایک اور مسئلہ

اس حدیث سے ایک اور زبردست مسئلہ نکلا وہ یہ کہ ایسی زیارت گاہوں کو فوراً گرا دینا چاہیے کیونکہ ان زیارت گاہوں میں عموماً عورتیں آتی ہیں اور ان میں چراغ جلائے جاتے ہیں جو تمام لعنت کا باعث ہیں۔ اگر یہ قبے اور اس قسم کی زیارت گاہیں نہ ہوں تو نہ چراغ جلیں نہ عورتیں زیارت کو آئیں اور تمام کو لعنت سے رہائی ہو۔

گھر میں دفن کا مسئلہ

گھروں میں میت دفن کرنے کی بابت اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں جائز ہے اگرچہ وہاں نماز نہ پڑھ سکے لیکن دفن منع نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر ہی میں دفن ہوئے ہیں۔ بعض علماء گھر میں دفن جائز نہیں کہتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت یہ جواب دیتے ہیں کہ آپ کا خاصہ ہے کیونکہ مشکوٰۃ وغیرہ میں حدیث ہے نبی نے جہاں دفن ہونا ہوتا ہے وہیں اللہ اس کی جان قبض کرتا ہے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی تخصیص کی بھی بعض روایات آئی ہیں۔

عبداللہ امرتسری از روپڑ ضلع انبالہ مورخہ ۸ صفر سنہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۲ جون سنہ ۱۹۳۲ء

قبرستان کی مسجد میں نماز کا حکم

سوال ۔ ایک مسجد حلقہ قبرستان میں بنائی گئی ہے جو گاؤں کے قریب ہے اب بعض لوگ اس میں نماز

پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے وہ دلیل دیتے ہیں کہ جو مسجد قبروں میں ہو اس میں نماز جائز نہیں جو پڑھتے ہیں۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ مسجد قبروں کے ایک طرف ہے۔ اور قبریں اس کے آگے نہیں۔ اب عرض ہے کہ فریق اول اور فریق ثانی میں سے حق پر کون ہے؟ دُوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کیا قبریں گرا کر مسجد بنا سکتے ہیں۔ اور کیا مسجد نبوی قبریں گرا کر بنائی گئی تھی یا بعض حصہ میں قبریں تھیں؟

جواب ۔ اگر مسجد پہلے ہو۔ اور قبریں بعد میں ہوں۔ اور سامنے قبریں نہ ہوں بلکہ ایک طرف ہوں یا پیچھے ہوں تو پھر دوسرا فریق حق پر ہے اور اگر قبریں پہلے ہوں۔ اور مسجد بعد میں بنی ہو تو پہلا فریق حق پر ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑ

قبریں گرا کر مسجد بنانا

مسجد نبوی قبرستان میں بنی تھی مگر وہ مشرکوں کی قبریں تھیں جن کے نام و نشان مٹا کر ہڈیاں نکال کر پھینک دی گئی تھیں۔ اہل اسلام کی قبریں اکھاڑ کر مسجد بنانی درست نہیں۔ ہاں اگر مسجد پہلے ہو اور اس کے احاطہ میں بعد کو قبر بنائی گئی ہو تو اس کا اکھاڑنا ضروری ہے۔ خواہ مسلمان کی ہو کیونکہ مسجد میں قبر منع ہے جیسے قبرستان میں مسجد منع ہے۔

مسجد میں قبر کا حکم

سوال ۔ مسجد پہلے سے موجود تھی۔ قضاء الٰہی سے امام مسجد مولوی عبداللہ صاحب کا انتقال ہوگیا۔ تو بعض لوگوں نے اسے مسجد میں دفن کرنے پر زور دیا گو نمبردار اور بعض دوسرے لوگ اس کے خلاف تھے مگر زبردستی قبر بنا دی گئی بہت مدت کے بعد بارش کی وجہ سے قبر زمین میں دھنس گئی تو پھر اس قبر کو اکھاڑ کر ازسر نو میت کے کرنگ کو غسل وغیرہ دے کر دوبارہ قبر کچی اور کچی اینٹ ملا کر بنا دی گئی۔ لہٰذا با دلائل اس مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم تحریر فرمایا جائے

نور الٰہی مقام باماں ڈاکخانہ چوچک تحصیل اوکاڑہ منٹگمری

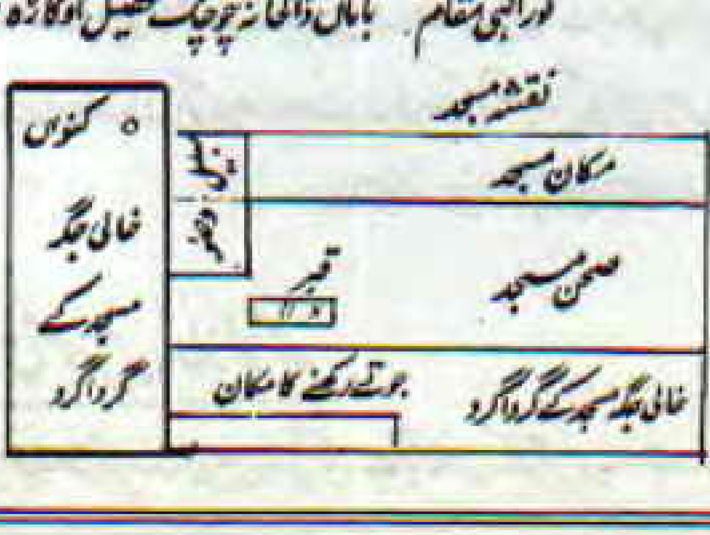

جواب - حدیث میں ہے صلوا فی بیوتکم ولا تجعلوھا قبورا یعنی اپنے گھروں میں نماز پڑھو، اور ان کو قبریں نہ بناؤ۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر گھروں میں نماز نہ پڑھو گے تو وہ قبروں کے حکم میں ہو جائیں گے کیونکہ قبروں میں نماز نہیں پڑھی جاتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبریں اور مسجدیں آپس میں ضدیں ہیں جمع نہیں ہو سکتیں پس قبروں کو مسجدیں نہیں بنانا چاہئیے اور مسجدوں کو قبریں نہیں بنانا چاہیے۔ اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد۔ خدا یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔

خدا کی شان جن کے مذہب میں اس مسئلہ میں زیادہ احتیاط تھی۔ وہی اب بے احتیاطی کرتے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک میت کا جنازہ مسجد میں جائز نہیں کیونکہ میت کا مسجد میں داخل کرنا جائز نہیں۔ اب میت کا داخل کرنا تو کجا میت کو دفن کرنے لگ گئے ہیں گویا ہمیشہ کے لئے مسجد کو میت کا گھر بنا دیا ہے۔ انا للہ

پھر اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ اگر کسی وقت مسجد کو فراخ کرنا پڑا تو قبر درمیان میں آئے گی۔ اور نماز کی کتنی دقت ہوگی۔ نیز حدیث میں ہے۔ لا تصلوا الیھا قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو۔ جب قبر درمیان میں آئی تو لامحالہ پچھلی صفوں کا منہ اس طرف ہوگا۔ تو اس حدیث کا خلاف لازم آیا۔ اس کے علاوہ قبر میت کا گھر ہے۔ اور اس کے لئے وہ جگہ معین کر دی گئی ہے۔ اور حدیث میں ہے لا یوطن احدکم فی المسجد کما یوطن البعیر فی الوطن (او کما قال) یعنی مسجد میں تم سے کوئی ایک جگہ مقرر نہ کرے جیسے اونٹ اپنے باڑے میں مقرر کر لیتا ہے جہاں قبر بنی ہے اگر اس کی وصیت میت نے کی ہے، تو اس نے حدیث کا خلاف کیا، ورنہ دفن کرنے والوں کے ذمہ اس کا گناہ ہے۔ زندہ اگر مسجد میں جگہ مقرر کرے گا تو نماز کے لئے کرے گا۔ جو مسجد بنانے کی اصل غرض ہے اور دفن کے لئے کوئی جگہ معین کر دینا تو گویا اس کو اس کی اصل غرض سے علیحدہ کر دینا ہے۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے ایسا کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا اس لئے فوراً اس قبر کو اکھاڑ دینا چاہیئے اور اس کی ہڈیاں کسی دوسری جگہ دفن کر دینی چاہییں۔ من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ الحدیث۔ یعنی بری بات کو فوراً بدل دینا چاہیے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۲ صفر ۱۳۵۶ھ

بے نشان قبرستان میں مسجد کا بنانا

سوال - ایک قدیمی قبرستان ہے جس میں عرصہ چالیس سال سے دفن کرنا ترک کر دیا ہوا ہے لیکن کا غلات ادامی

میں اس کو قبرستان شمار کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے وہاں اپنے مکانات تعمیر کر لئے ہیں کیا اس جگہ مسجد بنائی جا سکتی ہے۔

محمد عبداللہ منڈی ارائیاں ضلع ہوشیارپور

جواب۔ جب قبرستان کا نام و نشان نہ رہے تو اس کا حکم قبر کا نہیں رہتا۔ بیت اللہ میں مائی ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کی قبر ہے مگر چونکہ نشان موجود نہیں اس لئے وہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔ جب نشان نہ رہنے کی صورت میں قبر کا حکم نہ رہا تو پھر اب بے ادبی کا سوال بھی اُٹھ گیا۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۹ رجب ۱۳۵۶ھ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۷ء

قبرستان اور مسجد

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں کے قبرستان میں کسی زمانہ میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی اس میں چند افراد اہل حدیث نے نماز پڑھنی شروع کر دی کچھ زمانہ یا عرصہ کے بعد اسی مسجد کی توسیع (فراخی) کر دی گئی حالانکہ مقابر کے نشان دیوار قبلہ کے سامنے موجود ہیں بلکہ ہر سہ جانب دکن پہاڑ مغرب برابر بدستور قبریں موجود ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس صورت مسئولہ میں ایسی مسجد جس کا نقشہ درج ذیل ہے نماز پڑھنا جائز ہے یا منع ہے۔ بینوا الدلیل توجروا من الرب الجلیل۔

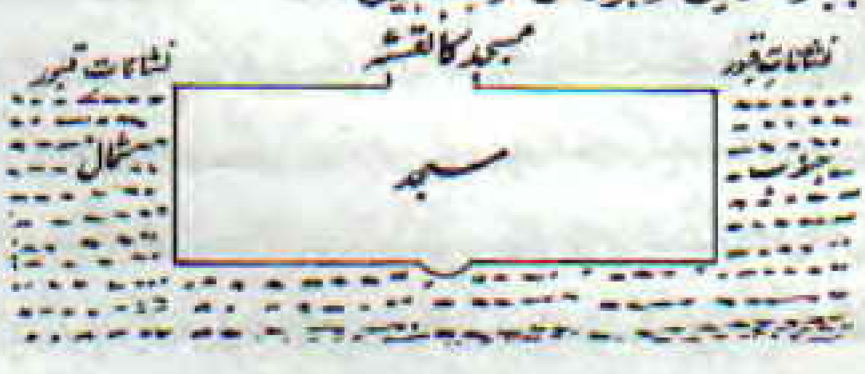

جواب۔ اگر معلوم ہو کہ مسجد پہلے ہے اور قبرستان بعد بنا ہے تو اس کے سامنے سے قبروں کے نشانات مٹا دیئے جائیں بلکہ ہو سکے تو دیگر اطراف سے بھی مٹا دیئے جائیں اور نماز بدستور پڑھی جائے اگر قبریں پہلے ہیں اور مسجد بعد میں بنی ہے تو یہ قبرستان میں مسجد ہے اس میں نماز نہ پڑھنی چاہیے اور اگر قبل بعد کا علم نہیں تو پھر معاملہ مشتبہ ہے احتیاط نہ پڑھنے میں ہے کیونکہ نماز کا معاملہ نازک ہے۔ ہاں اگر مسجد قبرستان کے احاطہ سے باہر ہوتی تو اس صورت میں نماز میں کوئی شبہ نہیں تھا خواہ قبرستان پہلے ہوتا یا مسجد۔ مگر نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد قبرستان کے احاطہ میں ہے۔

سوال (۲) صورت دیگر اور مسجد ہے جس کے مغرب کی جانب شاہراہ ہے مشرق کی طرف آبادی ہے صرف شمال کی طرف تقریباً ایک کرم کا رستہ ہے وہ رستہ مسجد کو قبور سے جو کہ اس سے پرے ہیں جدا کرتا ہے گویا قبور احاطۂ مسجد کے باہر ہیں کیا اس مسجد میں نماز جائز ہے۔

جواب۔ اس مسجد کا کوئی حرج نہیں اس میں نماز جائز ہے کیونکہ احاطہ قبرستان سے باہر ہے۔

سوال (۳) سوم صورت ایک جامع مسجد میں قبر بجانب مشرق احاطۂ مسجد میں واقع ہے کیا اس مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں ؟ اگر ایسی مسجد میں نماز جائز نہ ہو تو جمعہ وغیرہ کا انتظام کہاں کیا جائے ؟

جواب۔ اس مسجد کا کوئی حرج نہیں اس میں نماز جائز ہے کیونکہ احاطہ قبرستان سے باہر ہے۔

مسجد ضرار

سوال۔ زید مسجد میں امامت کراتا تھا۔ باتفاق رائے عمرو کو اس مسجد کا امام مقرر کیا گیا لیکن زید کے دل میں حسد پیدا ہوا۔ اور عمرو کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ اس نے اپنے رفقا کو لے کر ایک اور مسجد کی بنیاد رکھ دی۔ اور زید اس میں امامت کرانے لگ گیا۔ اور نماز عید بھی جدا پڑھی۔ عمرو نے جدید مسجد کو مسئلہ کی رو سے مسجد ضرار قرار دے دیا تین سال کے بعد عمرو کسی دوسرے گاؤں میں چلا گیا۔ اور اس کے بعد پھر اہل قریہ میں اتفاق ہو گیا۔

طلب امر یہ ہے کہ اس پختہ مسجد اور سابقہ خام مسجد کا حکم ایک ہے ؟ اس لئے کہ بنیادوں میں تھوڑا بہت فرق ڈال کر تعمیر کی جا رہی ہے۔ کیا اس مسجد میں نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں۔ جواب مدلل دیں۔ بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل۔

برکت اللہ و غلام اللہ و بابو عزیز الدین و میر دیوان سکھ ودیپووالی

جواب۔ جو کچھ سوال میں ذکر ہوا ہے اس کے رو سے اس مسجد کے ضرار ہونے میں کوئی شبہ نہیں خواہ اسی جگہ بنائی جائے یا اس جگہ کے آگے پیچھے بنائی جائے کیونکہ مسجد ضرار کی تعریف قرآن مجید میں یہ کی گئی ہے کہ اس کی بنا تقویٰ پر نہ ہو چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (پ۱۱ ع ۳) ترجمہ کیا جو شخص اپنی عمارت کی بنیاد تقویٰ اور رضا الٰہی پر رکھے وہ بہتر ہے یا وہ جو اپنی عمارت کی بنیاد گرنے والی کھائی پر رکھے۔ پس اس نے اس کو جہنم میں گرا دیا اور خدا ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

اس آیت میں جس مسجد کی بنیاد صحیح ہے۔ اس کی بابت تقویٰ اور رضا الٰہی کا ذکر کیا۔ اور جس کی بنیاد صحیح نہیں۔ اس کی بابت فرمایا کہ اس کی بنیاد جہنم کی کھائی کے کنارہ پر ہے۔ اور اس کھائی سے مراد یہی ہے۔ کہ تقویٰ اور رضا الٰہی تعمیر مسجد کا باعث نہ ہو بلکہ آپس کی نزاع اور جھگڑا فساد اس کی تعمیر کا باعث ہو۔ اور خواہ مخواہ پارٹی کی صورت اختیار کر لی جائے اور جماعت میں تفرقہ پیدا کر دیا جائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس سے پہلے ارشاد ہے

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ ۝ (پ ۱۱ ع ۳) ۔ ترجمہ۔ منافقوں سے وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے مسجد بنائی جماعتی ضرر کے لئے اور کفر کے لئے اور مومنوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اور اس شخص کی گھات کے لئے جس نے اس سے پہلے خدا و رسولؐ سے لڑائی کی۔ اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے صرف نیکی کا ارادہ کیا۔ اور خدا شہادت دیتا ہے کہ بے شک وہ البتہ جھوٹے ہیں۔

اس آیت میں کئی باتیں ذکر کی ہیں۔ جن سے جماعتی ضرر اور تفرقہ بین المؤمنین بھی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جس مسجد کی بنیاد کا باعث آپس کی نزاع ہو۔ اس کی بنیاد صحیح نہیں۔ وہ مسجد ضرار ہے۔ خواہ کسی جگہ بنائی جائے۔ کیونکہ مسجد کی صحت و فساد بنانے والے کی حالت پر ہے۔ اگر آپس کی نزاع اور پھوٹ اور پارٹی بازی کی وجہ سے دوسری مسجد کی بنیاد ڈالتا ہے تو خواہ کسی جگہ بنائے وہ مسجد ضرار ہو گی کیونکہ اس کی بنیاد تقویٰ اور رضاء الٰہی پر نہیں بلکہ شر اور فساد اور ضدی معاملہ ہے۔ اور اگر ضدی معاملہ نہیں بلکہ محض رضاء الٰہی پر اس کی بنیاد ڈالی جاتی ہے۔ جیسے پہلی مسجد تیار ہوتی ہے تو وہ مسجد ضرار نہیں۔ جس مسجد کا سوال میں ذکر ہے اس کا باعث آپس کا اختلاف اور جھگڑا ہے۔ اور ضد میں آکر اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس لئے اس کی بنیاد صحیح نہیں۔ ہاں اگر دونوں فریق رضامند ہو جائیں۔ اور ان کا آپس میں اتفاق و اتحاد ہو جائے اور باتفاق رائے دوسری مسجد کی ضرورت محسوس کریں۔ مثلاً نمازی زیادہ ہیں۔ ایک مسجد میں سما نہیں سکتے اور محلے الگ الگ ہیں۔ تو ایسی صورت میں مسجد کی بنیاد صحیح ہو جائے گی ورنہ ہرگز ہرگز دوسری مسجد تیار نہ کی جائے خدانخواستہ کہیں مال ضائع اور گناہ لازم والا معاملہ نہ ہو جائے۔ خدا اپنے فضل و کرم سے ایسے فتنے سے محفوظ رکھے۔ نیکی کی توفیق بخشے اور انجام بخیر کرے۔ آمین

عبداللہ امرتسری مورخہ ۲۲ صفر ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹ مارچ ۱۹۳۱ء

مولد النبی میں نماز پڑھنے کا حکم

سوال۔ مفتی فضل عظیم بھیروی نے مناظرانہ رنگ میں یہ مسئلہ دریافت کیا ہے۔ انہوں نے محدث روپڑی کو مخاطب کر کے لکھا ہے۔

جائے ولادت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قبہ تھا اور اس میں پوجا پاٹ یعنی نفل و نوافل عاشقانِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑھتے تھے۔ پوجا پاٹ ہندی لفظ ہے۔ جس کے معنی عبادت ہے۔ کیا آپ کو یہ عبادت ناجائز معلوم دیتی ہے۔ آپ نے تو یہ لفظ اھت رشا استعمال کیا ہے۔ ——— مولوی صاحب! شبِ معراج کو ہمارے حضور نے بیت اللحم جائے ولادت عیسیٰ علیہ السلام پر نفل نہیں ادا کئے؟ یہ بھی حضور کی جائے ولادت ہے۔ مجھے تو یہ ساری دنیا سے پیاری لگتی ہے۔ تابوت سکینہ میں کیا تھا۔ عصا موسیٰ۔ عمامہ ہارون جس کے ذریعہ بنی اسرائیل فتحیاب ہوتے رہے۔ جلسہ ولادت حضورؐ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے فیوض الحرمین میں لکھا ہے۔ انہوں نے وہاں جلسہ میں شامل ہو کر دیکھا۔

جواب۔ جائے ولادت حضورؐ سے آپ کو محبت ہے تو صحابہ یا خیر قرون کو نہ تھی؟ جبکہ آپ سے بہت زیادہ تھی۔ پھر انہوں نے وہاں کیوں نفل نہ پڑھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو سلف کی روش پسند نہیں۔ آپ بھی بریلویوں کی طرح واہی تباہی باتوں کی رو میں بہہ گئے ہیں۔ اناللہ۔ تبرک باثار صالحین سے کسی کو انکار نہیں لیکن اسی طریق پر ہونا چاہیے۔ جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم یا خیر قرون نے حاصل کیا۔ مثلاً کوئی شخص حجر اسود پر نماز پڑھے۔ اور مقام ابراہیم کو بوسہ دے تو بدعتی ہو گا کیونکہ سنت حجر اسود کا بوسہ ہے۔ اور مقام ابراہیم پر نماز ہے۔ اس طرح اگر کوئی شخص مسجد کو اللہ کا گھر سمجھ کر بیت اللہ کی طرح اس کا طواف کرے تو اس کو بھی بدعتی کہا جائے گا۔ کیونکہ خیر قرون میں ایسا نہیں ہوا۔ سلف کی روش جس کو پسند نہیں وہ خدا کا پیارا کبھی نہیں بن سکتا۔ فیوض الحرمین کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہاں میلاد النبی کا کوئی جلسہ مذکور نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا اعتقاد سنی سنائی باتیں ہیں جیسے بریلوی فرقہ اس مرض میں مبتلا ہے۔ آپ کا بھی قریباً یہی حال ہے۔

خدا اس سے محفوظ رکھے۔ آمین

عبداللہ امرتسری روپڑی

متولی کا مسجد کے مال سے کھانا

سوال۔ متولی مسجد کے مال سے کھا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ حدیث میں ہے۔ لَا جُنَاحَ عَلٰی مَنْ وَلِیَهَا اَنْ یَّاْکُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَیُطْعِمَ صَدِیْقًا غَیْرَ مُتَمَوِّلٍ مَالًا متفق علیه واللفظ لمسلم (بلوغ المرام باب الوقف)

ترجمہ۔ جو شخص وقف کا متولی ہو اس پر گناہ نہیں کہ وقف سے معروف طریق پر خود کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے نہ پونجی بنانے والا۔ روایت کیا اس کو بخاری مسلم نے۔

یہ حدیث وقف زمین کی بابت ہے جو حضرت عمرؓ نے خیبر میں وقف کی تھی۔ اسی طرح اگر مسجد کے متعلق زمین وقف ہو یا مکانات، ہوں جن کی نگرانی، درستی، وصولی کرایہ وغیرہ متولی کرتا کراتا ہو تو وہ وقف سے کھا سکتا ہے۔

عبداللہ امرتسری ۔ ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرعِ متین۔

سوال۔ کہ ہماری مسجد کی جگہ میں مسجد کی دو دکانیں تھیں بعد میں مسجد کی جگہ سے نکال کر کمیٹی کی جگہ میں منتقل کر دی گئیں اور پہلی جگہ کو مسجد میں شامل کر گیا اب کمیٹی والوں نے دو دکانیں گرا دی ہیں

کیا پہلی جگہ پھر دوبارہ دو دکانیں تعمیر کی جا سکتی ہیں ؟

نواب دین بقلم خود

نزد مسجد مُبارک اہل حدیث حسن آباد فیصل آباد

جواب۔ اگر دکانوں کی تعمیر میں مسجد کا مفاد ہے اور نمازیوں کو نماز پڑھنے کے لئے تنگی نہیں ہے بلکہ ضرورت سے زیادہ جگہ ہے۔ پھر اس جگہ میں دکانوں کے تعمیر کرنے میں کوئی حرج نہیں امام ابن تیمیہؒ لکھا ہے اما ابدال المسجد بغیرہ للمصلحة مع امكان الانتفاع بالاول ففيه قولان فى مذهب احمد واختلف اصحابه فى ذالك لكن الجواز اظهر فى نصوصه وادلته یعنی مسجد کو غیر مسجد میں کسی مصلحت کی بناء پر تبدیل کرنا جبکہ پہلی بنی ہوئی مسجد سے بھی انتفاع ممکن ہے۔ اس میں امام احمدؒ کے دو قول ہیں۔ اس بارہ میں امام احمدؒ کے اصحاب کا اختلاف پایا جاتا ہے مگر دلائل اور نصوص کی روشنی میں تبدیلی کا جواز واضح ہے کشف القناع عن متن الاقناع جلد ۲ صـ۲۷۱ میں ہے واحتج الامام احمد بان ابن مسعود رضى الله تعالى عنه قد حول المسجد الجامع من التمارين اى بالكوفة یعنی امام احمدؒ نے تبدیلی وقف پر اس بات سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جامع مسجد کھجوروں کے تاجروں سے بدل دی یعنی دوسری جگہ لے گئے اور وہاں بازار بن گیا۔

حضرت عمرؓ نے راستہ تنگ ہونے کی وجہ سے مسجد کا کچھ حصہ راستہ میں ملا کر اس کو فراخ کر دیا۔ ملاحظہ ہو فتاوی ابنِ تیمیہ۔

اس سے ظاہر ہے کہ ضرورت اور مصلحتِ عامہ کے لئے مسجد کے کسی حصہ میں امام مسجد کے لئے مکان یا مسجد کے فائدہ کے لئے دکانوں کی تعمیر کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

فتاوی ابن تیمیہ کشف القناع ملاحظہ ہوں۔

از افادات محدثؒ روپڑی

محمد صدیق بقلم خود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استدراک

فتاوی اہلحدیث طباعت کی کچھ منزل طے کر چکا تھا۔ کہ حضرت محدث روپڑی رح کے چند ایک فتاوی دستیاب ہوئے جن کا تعلق ان ابواب سے تھا۔ جو طباعت کے زیور سے آراستہ ہو چکے تھے۔ اس لئے مجبوراً ان مسائل کو استدراک عنوان کے تحت یہاں بیان کیا گیا ہے

مرتب

وضو کا بیان

ناخن پالش لگا کر وضو کرنا

سوال ۔ کیا عورت ناخن پالش ناخنوں پر لگا کر وضو کر کے نماز پڑھ سکتی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ناخن پالش لگا کر وضو کرنے سے وضو نہیں ہوتا۔

جواب ۔ ناخن پالش مہندی کی قسم سے ہے۔ مہندی کا رنگ بھی دو تین دفعہ لگانے سے گاڑھا ہو جاتا ہے جو بالاتفاق جائز ہے۔ ایسا ہی ناخن پالش کو سمجھ لینا چاہیئے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی یکم ذی قعدہ ۱۳۸۳ھ

ریشم یا نیلون کی جرابوں پر مسح

سوال ۔ کیا پاؤں کے مسح کے لئے جراب کا غف ہونا ضروری ہے۔ جب مطلب پاؤں کو برہنگی اور سردی سے بچانا مقصود ہے تو نائلون یا ریشم کی جراب پر مسح ہو سکتا ہے۔

ایم۔ اے۔ خاں لائل پور

جواب ۔ ریشم کی جراب تو مرد کے لئے ویسے ہی منع ہے رہا جراب کا غف ہونا تو اس کا ثبوت مسح کے معنی سے واضح ہوتا ہے کیونکہ مسح شرع میں یہ ہے کہ پانی اُوپر رہے اندر نہ جائے اور پتلی جراب

میں پانی اندر چلا جائے گا تو مسح نہ ہوا۔ اس لئے ترمذی میں غف کا ذکر ہے۔

عبداللہ امرتسری از لاہور ۱۹ جولائی ۱۹۶۳ء

تیمّم کا بیان

تیمّم آنحضرتؐ کا فعل ہے یا تعلیم

سوال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم سے کوئی نماز پڑھی ہے یا صرف تعلیم دی ہے۔

مولوی ولی محمد صوفی حکیم رجب ۱۳۵۹ھ

جواب۔ آیت تیمم کے شان نزول میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضہ کا ہار گم ہو گیا۔ اس کی تلاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ساری فوج جنگل میں رک گئی۔ نہ وہاں پانی تھا نہ اُن کے پاس پانی تھا۔ خدا نے آیت تیمم اتار دی اور بعض روایتوں میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے اور تیمم کیا۔ خیر تو آپ کے سوال کا جواب ہوا مگر یہ سوال فضول ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی اور قرآن مجید میں اس کا ذکر آگیا تو پھر آپ کے کرنے اور نہ کرنے سے سوال کا کیا مطلب؟

اگر بالفرض آپ کے کرنے کا کسی روایت میں ذکر نہ ہو تو کیا قرآن مجید اور آپ کی تعلیم کافی نہیں بلکہ قرآن مجید اور آپ کی تعلیم تو اصل ہے کیونکہ آپ کا فعل خاصہ بھی ہو سکتا ہے۔ پس اس قسم کے سوال سے بچنا چاہیئے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۷ رجب ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۴۰ء

تنگی وقت کی بنا پر تیمم کا جائز ہونا

سوال۔ ایک شخص کو سوتے میں احتلام ہو گیا۔ آنکھ جو کھلی تو دیکھا کہ احتلام ہو گیا ہے اور نماز کا وقت بالکل قریب ہے اگر غسل کرے گا تو نماز قضا ہو جائے گی۔ اب اس کو کیا کرنا چاہیئے۔ نماز قضا کرے یا غسل کرے یا تیمم کے ساتھ نماز ادا کرے۔ امجد حسین خریداری نمبر ۱۲۶۹